فون نمبر: 5863260 5862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن رجسٹرڈ ایل نمبر:8532
Email: centralanjuman@yahoo.com قیمت فی پرچہ-/10 روپے

جلد نمبر98 | 5 محرم الحرام تا 6 صفر 1433ہجری یکم دسمبر تا 31دسمبر2011ء | شمارہ نمبر24-23

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسان کی اخلاقی حالت درست نہ ہوتو اسے کامل ایمان حاصل نہیں ہوسکتا

شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔حق اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عبادت، اس کے خوف، اس کی اطاعت میں، اس کی ذات میں، صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جائے اور حق العباد یہ ہے کہ تکبر، خیانت، ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جائے۔ گویا اخلاقی حالت میں کسی قسم کا فتور نہ ہوا قع ہو اور کما حقہ اخویت کی نگہداشت کی جائے۔

سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان ان دونوں پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی میں قوت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر جب غضب میں آجاتا ہے اور قوت غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اس کا پاک رہ سکتا ہے۔ نہ زبان، دل میں کینہ رکھتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ کسی میں قوت شہوانی غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ پس سچا موحد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتیٰ الوسع کوشش کرنی چاہیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ادنےٰ ادنےٰ سی باتوں پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرتے ہیں اور نیک ظنی نہیں کرتے بلکہ ایسے ایسے عیوب اپنے بھائی کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اس میں نہیں ہوتے اور اگر وہی عیوب ان کی طف کوئی منسوب کرے تو ان کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ پس اول یہ بڑی ضروری بات ہے کہ انسان حتیٰ الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کرے اور ہمیشہ نیک ظنی رکھے کیونکہ اس سے محبت اور انس بڑھتا ہے اور آپس میں میل جول بڑھنے سے جماعت کی قوت پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور خود انسان بھی دوسرے عیوب، حسد، کینہ، بغض وغیرہ سے بچا رہتا ہے''۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء)

سالانہ دعائیہ 2011ء پر حضرت امیر ڈاکٹر عبد الکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام

بمقام جامع دار السلام، لاہور

اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں ایک اور سالانہ دعائیہ میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔ پہلا سالانہ دعائیہ دسمبر 1894ء میں منعقد ہوا تھا جس کی بنیاد خود حضرت مرزا غلام احمد مجدد زماں نے رکھی۔ 27 دسمبر 1891ء کو آپ نے کچھ احباب کو مشورہ کے لئے بلایا اور 30 دسمبر 1891ء کو یہ بات اکثریت کے مشورہ کے بعد قرار پائی کہ ہر سال ایک جلسہ دسمبر میں ہوا کرے گا اور تمام جماعت کو تلقین کی کہ جہاں تک ممکن ہو اس میں حاضر ہوا کریں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اس جلسہ کو تمام احباب جماعت کے لئے ضروری ٹھہراتے ہوئے فرمایا: ”حتی الوسع طاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کرلیں اور بہ دل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ جن میں ایسے مواقع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہو“۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے اس حکم اور خواہش کی تکمیل کے لئے ہم اس دعائیہ میں جمع ہوئے ہیں اور میری آپ سے گذارش ہے کہ ان دنوں کا بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اپنی روحانی ترقی کی پختہ بنیاد رکھیں اور جو روحانی مراتب آپ کو حاصل ہیں ان کے لئے مزید ترقی کا اہتمام کریں اور جو فوائد آپ کو اس جلسہ میں حاصل ہوں ان کو پورے عزم اور استقامت سے برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نیک راہوں پر جن پر ہمیں امام زماں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں چلتے ہوئے ڈالا ہے، چلنے اور آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں تمام آنے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں اس سفر میں اپنی حفاظت سے رکھے اور ان کے گھر بار کو ان کی غیر حاضری میں محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس وقت اور مال کو جو انہوں نے اس مجاہدہ میں شمولیت کی خاطر اللہ کی راہ میں دیا اسے قبول فرمائے اور ان کا رزق بڑھائے۔ آمین۔

میں پیغام صلح ادارہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دلی لگن سے باوجود مختلف مصروفیات کے جو سالانہ دعائیہ کے انتظامات سے وابستہ ہیں اس شمارہ کے شائع ہونے کو ممکن بنایا۔

آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں اپنے اس جذبہ اور خدمت دین کی لگن کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ تمام جماعت کے ممبران کو اللہ کے دین کا صحیح خادم بنائے۔ آمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کا عظیم درس

خطبہ جمعہ عامر عزیز الازہری مورخہ 2 دسمبر 2011ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: ”وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر سیدھے راہ پر جمے رہتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو، اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم اس دنیا میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے لئے اس میں وہ سب کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جو تم مانگو، (یہ) مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے (اللہ) کی طرف سے (ہے)“۔ (سورۃ حٰمٓ السّجدۃ 32:30)

ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اور تمام مومنین کو ایک نہایت ہی اہم درس دیا ہے یعنی ایمان کا یا معرفت کا ایک اعلیٰ ترین رتبہ ہے وہ اعلیٰ ترین رتبہ جس پر پہنچ کر انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ یعنی پہلے تو وہ لوگ ہیں جو منہ سے کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے ان کا یہ قول توحید کا اقرار کرنا ہے۔ وہ اپنے منہ سے توحید کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ یہ پہلا درجہ ہے لیکن اس کے بعد جو اگلا درجہ ہے ”جو اس راہ پر استقامت اختیار کرتے ہیں“ جو اس راہ پر جمے رہتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی مشکل، کتنی ہی تکلیف اور دکھ آجائے وہ اللہ تعالیٰ کے اس راستے پر اس طرح قائم ہو جاتے ہیں، اس طرح استقامت دکھاتے ہیں کہ پھر ان کے لئے دنیا کی کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ اللہ ان پر اپنے فرشتوں کو نازل فرماتا ہے۔ اور ان کو وہ خوشخبری دیتے ہیں کہ تم غمگین نہ ہو اور ڈرو مت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے اس کامیابی کا جس کو جنت کہا جاتا ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے استقامت اور توحید کو ایک ساتھ بیان کیا کہ منہ سے توحید کا اقرار کرنا اور پھر اس پر قائم رہنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا کہ ”وہ لوگ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ان کو خوشخبری دو“ خوشخبری ان لوگوں کو دی جو استقامت دکھاتے ہیں۔ استقامت کیا ہے سیدھے راستے پر قائم رہنا یعنی وہ راستہ جو نہ تو افراط اور نہ ہی تفریط کی طرف لے جائے۔ ایسا راستہ جو آپ کو صراط مستقیم پر رکھے اس کو استقامت کہا۔ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو افراط اور تفریط کی راہ سے بچنے کا حکم دیا۔

آج محرم الحرام کے 9 اور 10 ایام ہیں جن میں ایک عظیم الشان قربانی نواسہ رسول صلعم نے دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو قربانی اسلام کی خاطر، دین کی خاطر دی۔ یعنی وہ لوگ جن کو کوئی ڈر خوف نہیں تھا۔ یعنی وہ وہ لوگ تھے کہ جن کے لئے کوئی چیز حق کی خاطر اور حق کو قبول کرنے کی خاطر اس پر استقامت دکھانے کی خاطر اہم نہیں رہ گئی تھی۔ انہوں نے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر لیا تھا اور جو استقامت دکھائی کہ انہوں نے اس راہ میں نہ صرف اپنی جان کو قربان کر دیا بلکہ اپنی اولاد کو بھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے ”باقی رہنے والی صرف نیکیاں ہیں۔ یہ جو دنیا کی زندگی ہے۔، دنیا کا مال اور بیٹے ہیں یہ اس دنیا کی زندگی ہے اس کی زینت ہے لیکن باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس آیت کا اعلیٰ ترین عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے خاندان کی بھی قربانی دی اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان درس چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ”اسلامی اصولوں کی فلاسفی“ میں تین درجے معرفت الٰہی کے بیان کئے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کو کیسے پہچان سکتے ہیں، خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے وہ تین مراتب کیا ہیں۔ آپ نے اس میں جو پہلا درجہ بیان کیا وہ ہے کہ دلائل کے ذریعہ سے آپ خدا تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کے وجود کے دلائل آپ کے سامنے آئیں، قرآن سے اس کے دلائل آپ کے سامنے آئیں اور آپ اس دلائل کی رُو سے خدا کو مان لیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ جب خود انسان پر کلام الٰہی نازل ہو جائے۔ تمام انبیاء پر خدا تعالیٰ نے وحی نازل کی۔ جو اعلیٰ ترین درجے کی وحی تھی جب وہ انسان پر

نازل ہوتو وہ انسان کو خدا تعالیٰ کا ایک بہت ہی قریب ترین درجہ مل جاتا ہے۔اور پھر جب رسول کریم صلعم پر نبوت اختتام کو پہنچ گئی تو رسول کریم صلعم نے فرمایا:''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہاسوائے مبشرات کے'' صحابہؓ نے پوچھا کہ یہ مبشرات کیا؟ تو فرمایا:''سچی خواب''اس میں تمام انسانوں کو برابر رکھا مسلم ہو یا غیر مسلم۔کشف، رویا اور خواب صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ دوسروں لوگ بھی ان کے اہل ہیں۔

لیکن جو تیسرا اور اعلیٰ ترین رتبہ ہے وہ استقامت۔یعنی ایک انسان خدا کو اس وقت پہچان سکتا ہے جب اس پر ہر طرف سے مشکل آ پڑے، ہر طرف سے تکلیف آ جائے، ہر طرف سے مصائب میں وہ گھر جائے، کوئی راستہ اس کو نکلنے کا نہ ملے اور اس وقت وہ صرف خدا تعالیٰ کی خاطر استقامت دکھاتا ہے تو کہا کہ یہ خدا تعالیٰ سے سب سے قریب ترین رشتہ ہے۔کیونکہ وہ انسان عملی طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے نزدیک کر دیتا ہے۔اور یہی استقامت کامیابی کا وعدہ ہے۔اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اسی اعلیٰ ترین رتبہ کو حاصل کیا اور ہمارے لئے ایک عظیم الشان مثال قائم کی۔اور بہترین اسوہ قائم کیا۔

آج کے خطبہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقام کے بارے میں بیان کروں گا کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے بارے میں کیا کہا اور ہمارے بزرگوں نے ان کے بارے میں کیا لکھا تا کہ آپ کو علم ہو سکے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو کیا رتبہ دیتے ہیں۔حضرت مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں: **اس کا عنوان ہے**''ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں'' آپ فرماتے ہیں:''میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع ،دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی روح سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہ تھے۔مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے: دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لائے، کیا تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو ہم مسلمان ہوئے۔مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا تعالیٰ کے لئے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور لے جاتے ہیں۔لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا مگر حسین علیہ السلام طاہر و مطہر تھا یعنی امام حسین علیہ السلام پاک تھے اور دوسروں کو پاک کرنے والے تھے اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں سے ہے جنہیں خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے مامور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔اور ایک ذرا کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس کا ایمان، تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان، اخلاق شجاعت تقویٰ اور استقامت، محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے۔جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہیں۔دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔یہی وجہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین علیہ السلام سے بھی محبت کی جاتی۔یعنی آپ کہتے ہیں کہ ان کا عملی نمونہ صرف باتوں کی حد تک نہیں، صرف ان چند ایام میں ان کا ذکر کر کے، صرف چند جلسے جلوس نکال کر اس قربانی کا حق ادا نہیں ہوتا۔بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ایک انسان حضرت امام حسین علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، ان کے اخلاق کو اپنے اندر سمو لے اور اپنے عمل کو ان کے عمل کے مطابق بنائے یہ ان کی قربانی کی صحیح حقیقت ہوگی۔

پھر آپ دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:''حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے میری دانست میں انہوں نے بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے۔پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے انہوں نے پسند نہیں کیا کہ اور خون ہوں اس لئے حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے گذارا لے لیا کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے شیعہ بھائیوں پر ضد پڑتی ہے اس لئے امام حسن رضی اللہ عنہ پر پورے راضی نہیں ہوتے۔ ہم تو دونوں کے ثنا خواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی'' یعنی حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہم تو دونوں کے ثنا خواں ہیں کہ ہم تو دونوں کی تعریف کرنے والے ہیں۔ دونوں بھائیوں نے اسلام کی خاطر اعلیٰ ترین قربانی اور اعلیٰ ترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ صرف ایک نے نہیں بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی کوشش کی کہ مسلمانوں کا خون خرابہ نہ ہو۔ نیک نیتی کے ساتھ آپ خلافت سے الگ ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس وجہ سے اس مقام پر ڈٹ گئے کہ آپ کسی ایسے فاسق، فاجر انسان کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے جو ان کے نزدیک اسلام کے اس اعلیٰ ترین معیار پر نہیں آتا ہے جو کہ ایسے برگزیدہ لوگوں کا یا ایسے عظیم الشان لوگوں کا اعلیٰ ترین معیار ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس کی بیعت نہ کی۔

پھر اسی طرح حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے 3 مارچ 1939ء کو خطبہ دیا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی ایسا ہی نظارہ ہے جو ہمیں حضرت امام حسین کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ لوگوں کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیا حاصل کیا آپ تو شہید ہو گئے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ناکام ہو گئے اور یزید کامیاب ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ ''فرشتے اترتے ہیں، ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو'' مگر لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے۔ جان بچ جانے میں کامیابی نہیں بلکہ کامیابی وہ ہے کہ زندگی کا مقصد عظیم حاصل ہو جائے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ انسان کا اپنے کمال کو حاصل کرنا ہی اصل کامیابی ہے اور میں سمجھ سکتا ہوں اس شخص نے جس کی گردن پر تلوار رکھی گئی اور ایک لفظ ادھر ادھر کرنے سے اس کی جان بچ سکتی ہے مگر وہ کہنا نہیں چاہتا بے شک اس کے سامنے اس کے عزیزوں کو قتل کردو، خود اسے ذبح کردو مگر وہ اپنے اصول سے نہیں ہٹ سکتا، اپنا مقصد زندگی حاصل کر لیا۔ یہی وہ چیز ہے جس سے معرفت الٰہی کا کمال اور انسانیت کا کمال حاصل ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مر گئے۔ نہیں وہ آج بھی زندہ ہیں آج کے دن ساری اسلامی دنیا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ایک احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ ناکام نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے کمال انسانی کو حاصل کر لیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہی زندگی ہے۔ کیا مرجانا ایسی چیز ہے جسے ناکامی کہا جا سکے۔ اگر تو کوئی انسان دنیا میں اس لئے آتا ہے کہ وہ کبھی مرے گا نہیں تو اس کا مرجانا ناکامی ہے۔ مگر جب ہر انسان نے مرنا ہے تو صرف چند دن اور بچ جانا کامیابی نہیں۔ امام حسین علیہ السلام دو چار سال بعد بھی فوت ہی ہو جاتے مگر وہ موت جس میں انہوں نے کمال استقامت کا نظارہ دکھایا وہ موت نہیں وہ کامیابی اور زندگی ہے''۔

اور پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت امام حسین علیہ السلام کا سبق یعنی استقامت کا سبق آج دوہرایا جاتا اور مسلمانوں کے سامنے اسے لایا جاتا تو نہ صرف اس سے قوم کو زندہ کیا جا سکتا ہے بلکہ غیر بھی اس سے متاثر ہوتے کہ اسلام نے ایسے ایسے انسان پیدا کئے ہیں جنہوں نے اصول کی خاطر اپنی اور اپنے خاندان کی جان تک کی پرواہ نہیں کی'' یعنی آپ فرماتے ہیں کہ ان کی موت وہ موت نہیں ہے بلکہ کامیابی کا اعلیٰ ترین اصول ہے جو آپ نے حاصل کر لیا۔

پھر آپ 23 جنوری 1942ء کے خطبہ میں آپ فرماتے ہیں ''یزید اور امام حسین علیہ السلام'' ایک مثال اس بات کی کہ مال اور اولاد پیچھے رہ جاتے ہیں اور اصل کام آنے والی چیز جو ساتھ جاتی ہے وہ کوئی اور ہے ان ایام محرم سے خاص تعلق رکھتی ہے۔ ایک طرف ایک صاحب مال اور جتھہ رکھنے والا انسان ہے۔ اس کے پاس مال و دولت کی کوئی انتہا نہیں، فوجوں کی کمی نہیں، کوئی چھوٹا سا جاگیردار نہیں، نواب نہیں، چار ملکوں کا بادشاہ ہے عرب، ایران، روم اور مصر چار سلطنتیں ان کے زیرنگین ہیں، خلیفتہ المسلمین کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ اور طابعین بھی اس کی بیعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ بڑے بڑے فضلاء بھی اس کے ساتھ مل چکے ہیں یہ ہے یزید۔

اور دوسری طرف ایک اکیلا انسان حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو اس خلیفہ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتے ان دونوں کا ایک چھوٹا سا مقابلہ ہوتا ہے جس میں امام حسین علیہ السلام مع چند رفقاء کے ان کے نرغہ میں آجاتے ہیں کہ جس میں بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں رہتی، پانی تک نہیں ملتا اور اتنی فوج سامنے ہے کہ آن کی آن کچل کر رکھ دے، بچاؤ کی شرط صرف یہ ہے کہ بیعت کر لے اس شخص کی بیعت جس کی بیعت کثیر عیسائی نہیں سب مسلمان کر چکے ہیں۔ بظاہر نظر یہ آتا ہے کہ جہاں اتنے اچھے اچھے لوگوں نے بیعت کر لی ہے ایک امام حسین علیہ السلام کا رک جانا موزوں نہ تھا۔ مگر اس وقت امام حسین علیہ السلام موت کو سامنے دیکھ کر بھی بیعت کے لئے ہاتھ آگے نہیں بڑھاتے کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس شخص کو آپ خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، کوئی نقص اس میں تھا جس وجہ سے آپ نے اس کی مخالفت کی اور بیعت سے انکار کیا۔ موت کو قبول کیا مگر بیعت نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اور آپ کے ساتھی شہید ہو گئے، چند عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر یزید کے دربار میں پہنچائے گئے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ امام حسین علیہ السلام زندہ رہنے والے ہیں اور یزید کا نام مٹ جائے گا۔ لیکن واقعات کو دیکھ لیجئے آج اسلامی دنیا میں یزید کا نام کوئی بھی عزت سے نہیں لیتا مگر امام حسین علیہ السلام کا نام قلوب کے اندر عزت و احترام کا مقام رکھتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ ایک قوم آپ کی یادگار کو خاص طور پر مناتی ہے عام لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت و احترام موجود ہے۔ کامیاب اور باقی رہنے والے امام حسین علیہ السلام ہیں۔ ناکام اور مٹ جانے والا یزید ہے۔ نہ اس کی خلافت کسی کام آئی نہ اس کی کثرت کسی کام آئی۔ امام حسین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عزت دی اتنی برکت عطا فرمائی کہ کروڑ کروڑ آدمی عزت سے آپ کا نام لیتے ہیں۔ تو جس عمل کو خدا تعالیٰ نے کامیابی کہا ہے یہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہونا چاہیے یہ نہیں کہ نماز پڑھ لی روزہ رکھ لیا بلکہ بڑا عظیم الشان کام ہونا چاہیے جو انسان کے اندر کی خوبی کو ثابت کرے۔ کربلا کا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے کریکٹر کا امتحان تھا۔

بڑا مشکل ہوتا ہے جب انسان دیکھتا ہے کہ ایک شخص کے ساتھ ہو جانے سے جس کے ساتھ سب ہو گئے ہیں جان بچتی ہے، بال بچہ محفوظ ہوتا ہے اور عزت ملتی ہے تو اس سے رکنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس مشکل کا مقابلہ کر کے بتا دیا کہ صرف ایک بات ہے جو کہ انسان کے کام آنے والی ہے۔ وہ باطل کے مقابلہ پر حق کا ساتھ دینا خواہ وہ باطل کتنا ہی بڑا نظر آئے۔ ہم لوگ جو کچھ تھوڑا بہت خدمت دین کا کام کرتے ہیں، اپنے مال و جان کو اس کام میں لگاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی عملو اصالحات میں سے ہے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی میں ایک مقصد اور ایک خاص درس ہے تمام مسلمانوں کے لئے، تمام انسانوں کے لئے، ہماری جماعت کے تمام افراد کے لئے کہ اس مشکل میں جو استقامت دکھاتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے خواہ وہ کتنے ہی تھوڑے لوگ ہوں، قلیل ہونا کوئی برائی نہیں ہے۔ تھوڑے ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد اس قربانی کے بعد بھی آج زندہ ہے اور دوسری طرف وہ جھتے والے لوگ آج ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اس لئے ہمیں اس بات پر نہیں گھبرانا چاہیے کہ لوگ تھوڑے ہیں، کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر زندہ رکھنا چاہے اور جس کے نیک اعمال زندہ رہیں انہی کے ساتھ قوموں کی ترقی اور انہی کے ساتھ قوموں کا آگے بڑھنا وابستہ ہے۔ ہمیں اس عظیم الشان قربانی جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے دی اور ان محرم کے ایام میں جس کا تذکرہ کیا جاتا ہے اگرچہ میں اس کچھ بڑھا چڑھا کر بھی بیان کر دیا جاتا ہے مگر تاہم واقعہ تو ہوا، وہ قربانی تو ہوئی اور اس کے ساتھ جو سبق ہے وہ تو ہمیں سیکھنے کو ملا کہ ان تمام مشکلات میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں آپ استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اس عظیم الشان قربانی جو اس ماہ میں ہوئی اور اس سے سبق سیکھتے ہوئے ہی ہماری جماعت کے بزرگوں نے استقامت کا نمونہ دکھایا۔ صاحبزادہ عبداللطیف شہید علیہ الرحمتہ کی آپ مثال لے لیں آپ نے کان میں ہی ایک بات کہنی تھی جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف یزید کی بیعت ہی کرنی تھی وہاں بھی انہوں نے کان میں ایک بات کہنی تھی آپ کی جان بچ جاتی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور شہادت کا مقام پا لیا۔ یہ جو خدا تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں وہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا اعلیٰ ترین درجہ قائم کر لیتے ہیں وہی ان کی معرفت الٰہی کا اعلیٰ ترین درجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بے شمار اور مثالیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح استقامت کا حوصلہ دے اور ان آفات، مصائب اور مشکلات سے بچائے۔ جن کا ان عظیم ہستیوں کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ کا افتتاحی خطاب

برموقع سالانہ دعائیہ 1982ء

اس وقت میں نے قرآن کریم کی وہ جامع دعا پڑھی ہے جو آپ دن میں کئی بار اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اور جس کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کا نام بھی ''الفاتحہ''، یعنی کھولنے والی ہے۔ اسی سے قرآن کریم کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور کوئی کام شروع کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی دعا نہیں ہوسکتی۔ الحمدللہ! ہم اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایک اور سال عافیت کے ساتھ زندہ رکھا اور اپنے دین کی کچھ خدمت کا موقع عطا فرمانے کے بعد آج پھر اس مبارک سالانہ اجتماع کے لئے اکٹھا ہونے کی ہمیں توفیق بخشی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم اس وقت اپنے دلوں میں اپنے محسن خدا کی موجودگی کا احساس پیدا کرتے ہوئے اس سے نہایت عاجزی سے اس طرح سوال کریں جیسے ایک بے نوا محتاج سائل ایک غنی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے۔ کیونکہ ہم بہت عاجز اور کمزور ہیں۔ خدا کے بغیر اپنا کوئی آسرا اور سہارا نہیں پاتے۔ ہم مالک لملک اپنے مالک کے دروازے پر بھیک مانگنے کے لئے حاضر ہیں۔ کوئی کتنا ہی مالدار اور صاحب علم وفہم کیوں نہ ہو خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک فقیر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ارشادِ ربانی ہے ''اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو'' یا ''اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے''۔

ہمارا سوال اس سے اس کام کی تکمیل کے لئے ہے جو اس نے امام ماموراور مجدد اعظم کی معرفت ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس فرض کی پوری طرح ادائیگی میں ہم اپنے آپ کو بہت عاجز اور کمزور پاتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اسی طاقتور بادشاہ سے مدد مانگتے ہیں جو پہلے بھی ان لوگوں کی جو اس کے کام کا بیڑا اٹھاتے رہے ہیں مدد کرتا چلا آیا ہے۔ اور اسی کا یہ وعدہ بھی ہے کہ جو اس کا ہو جائے گا وہ اس کی مدد کرے گا۔

یارب العالمین اپنے بندوں کی ربوبیت فرمانے والے خدا تو نے اپنی مخلوق کو خصوصاً اس زمانہ میں مادی طاقت اور رزق کی فراوانی عطا کر رکھی ہے۔ رزق اور آسائش کے دروازے اس پر کھول دیئے ہیں۔ دنیا کی اس ظاہری کشش نے انہیں تجھ سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ انہیں ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب انہوں نے چھوڑ دیا جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان پر بہت خوش ہو گئے جو انہیں دیا گیا تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہو گئے''۔ ''یوں اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا۔ سو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے''۔ بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ یہ وعید آج کے متعلق ہے۔ جب بار بار جھنجھوڑنے کے بعد دنیا خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتی تو یہ وعید پوری ہو جاتی ہے۔ ہم سخت خائف ہیں کہ یہ وہی وقت نہ ہو، اے ربوبیت کرنے والے! تو اب روحانی رزق کے دروازے کھول دے کیونکہ تو نے خود ہی فرمایا ہے کہ رزق اور ہم تیرے اس حکم کے مطابق کہ لاتمدن عینیک الی مامتعنا بہ ازواجاً منھمہ اپنی آنکھیں مادی طاقت اور رزق کی فراوانی سے پھیر کر تیرے باقی رہنے والے رزق کی طرف پھیر دیں۔ تو انہیں اس ربوبیت کے لئے اپنی آخری کتاب قرآن کریم کی پاک تصویر ساری دنیا میں پہنچا دیں۔

یا الرحمٰن الرحیم۔ اے بے انتہا رحمتوں کے مالک! تو ہم عاجزوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے مالک یوم الدین ہم ناسپاس، خطا کار اور گہنگار ہیں۔ اگر دنیا تیری سزا کی مستوجب ہو جائے تو ہم عاجزوں کو اپنی رحمت کی چادر میں لے لینا۔ تیرے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق فرمایا ہے: سبقت رحمتی علی غضبی۔ میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

ہم تیرے عاجز غلام اور چاکر ہیں، تیری غلامی کا فخر ہمیں نصیب ہو تو ہمیں قبول فرما۔ ہم تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ تیرا وعدہ ہے'' ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی بھی دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں وہ مومن بنا اور ہمارے حق میں یہ وعدہ پورا فرما'' آمین۔

اے اللہ! تو اپنے کمزور بندوں کی نصرت فرما۔ آمین۔ تیرے دین کا کام جو

ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس کام کی راہ میں بڑی مشکلات ہیں ہمیں تو اس راستے پر چلا جس پر انعام یافتہ لوگ چلے اور باوجود ہر قسم کی مشکلات کے اپنی منزل مقصود تک پہنچے اور تیری بارگاہ سے انہیں بڑے بڑے انعامات ملے یہ راہ بڑی کھٹن اور سنگلاخ ہے۔ اس میں بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ ہمیں ایسی ٹھوکروں سے بچا جنہیں کھا کر کچھ پہلے لوگ تیرے غضب اور ناراضگی کے نیچے آ گئے۔ یا ایک بار صحیح راستہ پر پڑے پھر اسے چھوڑ کر انہوں نے غلط راستہ اختیار کر لیا۔ ہم بڑی امیدیں لے کر تیرے دروازہ پر آئے ہیں کہ ہم تیرے قرآن اور تیرے پاک اور آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے دنیا کو روشن کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو ہماری امیدیں پوری فرما۔ آمین

میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو جو دور اور نزدیک سے آئے ہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے کامل امید رکھتا ہوں کہ اس جلسہ میں شمولیت ان کے لئے برکات کا موجب ہوگی۔ یہ چار دن آپ نے محض دینی اغراض اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کئے ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایام اللہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور رجوع برحمتہ کے دن ہیں۔ ہمیں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ان گھڑیوں کو پوری احتیاط اور پاکیزگی کے ساتھ اس طرح گذاریں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معیت کا احساس ہم اپنے دلوں میں موجود پائیں۔ ہر نماز میں حاضری اپنے لئے لازم کریں۔ اور ان ایام میں بہرصورت ہر شخص کوشش کرے کہ وہ نماز تہجد بھی پڑے اور نماز فجر سے بھی غیر حاضر نہ ہو۔

ہم ایک دردناک دور سے گذر رہے ہیں۔ اور ہمیں اپنے کام کی راہ میں کئی مشکلات درپیش ہیں ہمارے کئی بھائی اور بہنیں کئی قسم کی محرومیوں اور ابتلاؤں سے دوچار ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا یار اور مددگار نہیں دیکھتے۔ حضرت اقدس کی زبان مبارک سے دین کی انتہائی مشکلات کے وقت یہ کلمات نکلے تھے۔

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں

جُز دعائے بامداد و گریہ اسحار نیست

اس مصیبت کے وقت ہم بیکسوں کا چارۂ صبح کی دعا اور سحری کی گریہ وزاری کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ نسخہ کیمیا پہلے کس طرح ہوتا رہا ہے۔ یہ نسخہ انبیاء صلحائے امت اور خود ہماری جماعت کا آزمودہ ہے۔ ہم کیوں اسے ایک بار پھر نہیں آزماتے۔ اسی لئے میں تاکید کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ تہجد اور نماز فجر سے جس میں خصوصیت سے اجتماعی دعائیں ہوتی ہیں۔ سوائے بیماری کے عذر کے ہرگز غافل نہ رہیں۔ اس بات کا ابھی سے دل سے عہد کرلیں۔ چار دنوں کے لئے یہ اہتمام رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔

جلسہ کی سبھی تقریریں قابل قدر ہوتی ہیں۔ لوگ ان کے لئے تیاری کر کے آتے ہیں انہیں توجہ سے سنیں۔ مجھے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات ہمیشہ یاد آتی ہے جو ہر جلسہ کے موقع پر اس سلسلہ میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''کیا معلوم کس مقرر کی زبان سے کس وقت کوئی ایسی بات نکل جائے جو دل پر دائمی اثر چھوڑ جائے اور بھلائی کا موجب ہو جائے''۔ جلسہ پر تکلیف اٹھا کر آنا اور اوقاتِ جلسہ کی پابندی نہ کرنا اور پورا پورا فائدہ نہ اٹھانا اس تمام تکلیف کو عبث کر دیتا ہے۔

میں مقامی بہنوں اور بھائیوں اور دارالسلام کے رہنے والوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں جلسہ شروع ہوا اور لوگوں کا گھروں کے اندر بیٹھے رہنا ہرگز مناسب نہیں۔ اور سخت قابل اعتراض امر ہے۔ منتظمین جلسہ سے جائز طور پر بہت سی توقعات ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو آسائش اور آرام پہنچانے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ یہ ان کا فرض ہے۔ اگر کسی کی کوتاہی سے کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو افسر جلسہ کے نوٹس میں ضرور لائیں تاہم جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جلسہ پر آتے ہیں۔ انہیں ایسی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کی راہ کا ایک لازمہ تصور کرتے ہوئے درگزر سے کام لینا چاہیے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

ترجمہ: ''یہ اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں نہ پیاس پہنچتی ہے نہ تکان اور نہ بھوک۔ مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا''۔

اگر قرآن کریم کے ان ارشادات پر نگاہ رکھی جائے تو پریشانی راحت میں بدل جاتی ہے اور اس سے دل کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ اور دنیا کی ہر آسائش اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔ میں آپ دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے بلند مقاصد پیش نظر رکھیں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظر انداز کر دیں۔ اپنا وقت صرف ایسی باتوں میں خرچ کریں جس میں جماعت کا مفاد ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ میں ان الفاظ پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور اس سالانہ جلسہ کا افتتاح کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ میں سے ہر ایک کو اس جلسہ کی برکات سے مستفید فرمائے آمین۔

اور آپ جب یہاں سے جائیں تو آپ محسوس کریں کہ اس سالانہ جلسہ سے آپ کو نئی زندگی ملی ہے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

مجدد صدی چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ

کی ابتدائی زندگی کے مختصر حالات

قرآن کریم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر جہاں صدہا دلائل دیئے ہیں وہاں ایک بڑی زبردست دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ ''اے رسول کہہ دے کہ میں تم میں ایک عمر گذار چکا ہوں'' (یونس)۔ میرے دعوے سے قبل کی زندگی تمہارے سامنے ہے، میرے حالات، میرے اخلاق، میرے اعمال تم سے مخفی نہیں، کبھی میری راستبازی دیانت امانت میں تم نے کوئی خطا دیکھی؟ میری نیت اور میرے اخلاص سے تم خوب واقف ہو پھر جب میں نے کبھی انسان پر افتراء نہیں کیا تو خدا پر افتراء کیسے کروں گا کہ اس سے بڑھ کر ظلم نہیں ہوسکتا۔ پس میری پہلی زندگی پر ٹھنڈے دل سے غور کرو اور عقل سے کام لو۔ اور پھر میرے دعویٰ کی صداقت کو پرکھو''۔

آج میں اسی سنت اللہ اور خدائی دلیل کے ماتحت حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگی کے حالات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنے لگا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ پڑھنے والے خدا کے لئے قرآن کریم کے اس حکم کے ماتحت غور وفکر سے کام لیں جو ارشاد فرمایا ''کہہ دے کہ میں نصیحت کے طور پر تم سے صرف ایک بات کہتا ہوں کہ خدا کے لئے دو دو مل کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر ذرا غور تو کرو، آخر تمہارا ساتھی کوئی پاگل تو نہیں ہے، وہ تو تمہارا خیر خواہ ہے جو تمہیں ایک سخت عذاب سے قبل ڈراتا اور خبردار کرتا ہے۔ (السباء)۔

پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے مل جل کر اور اکیلے اکیلے غور کرو کہ ایسا شخص جس کی تمام عمر راستبازی اور یاد الٰہی اور خدا اور رسولؐ کے دین کی محبت و تبلیغ میں گذری ہو وہ مفتر علی اللہ تو نہیں ہوسکتا۔ جس نے انسان پر کبھی افتراء نہیں کیا وہ خدا پر افتراء کیسے کرے گا۔ اور وہ الہام کیسے افتراء ہوسکتا ہے جو قدم قدم پر اسلام کی تائید اور نصرت دین کے نشان اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ وہ شخص پاگل نہیں ہوسکتا جس نے دین حق کی تائید میں علم وحکمت کے دریا بہا دیئے ہوں۔ پس حق یہی ہے کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا''۔

جس شخص کی عمر کا بہت بڑا حصہ عشقِ رسول، عشق قرآن اسلام میں گذرا ہو اس پر بدظنی کرتے رہنا اور مخالفوں کے پروپاگنڈے سے متاثر ہو کر اس کے پیغام اور اس کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کرنا کس قدر محرومی اور نہ صرف اپنے نفس پر ظلم ہے بلکہ اسلام پر ظلم ہے کہ مسلمانوں کی اس بے توجہی سے جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ خود سب اسلام کا اور اپنے نتیجہ میں تمام مسلمانوں کا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ آنکھیں کہاں سے آویں جو ان نتائج کو دیکھیں، مبارک ہے وہ آنکھ جو اس مرد حق پرست کو شناخت کرے اور مبارک ہے وہ شخص جو اس مجدد وقت کے ساتھ ہو کر خدا کے دین کی خدمت کرے۔ کیا خوب حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''خدمت دین کا تو کھو بیٹھے ہو بغض وکیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

نام ونسب

بمطابق حدیث نبوت۔ ترجمہ: ''بے شک اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔ چودھویں صدی ہجری کے سر پر جن صاحب نے دعویٰ مجددیت کیا ان کا نام غلام احمد تھا۔ ان کے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطا محمدؐ اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ ان کی قومیت مغل برلاس اور جائے سکونت قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب ملک ہندوستان تھی۔

قومیت

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ برلاس ایک مشہور اور معزز قوم مغل کی ہے لیکن اس قوم کا نام مغل رکھنا صحیح نہیں کیونکہ دراصل یہ ایک فارسی النسل یعنی ایرانی قوم تھی

Hazrat Ameer
on his last leg of European tour 2011

یوترخت ہالینڈ: جلسہ میں مقررین خطاب کرتے ہوئے

دی ہیگ، ہالینڈ: انٹرنیشنل کنونشن کے موقعہ پر پینتیس سالہ تقریبات کی تصاویر

دی ہیگ ہالینڈ: انٹرنیشنل کنونشن کی دوسری نشست کے مناظر

ہالینڈ: مسجد قبلتین میں کنونشن کا پہلا دن

جو سمرقند اور اس کے نواح میں آباد تھی۔ تیمور بھی اسی قوم میں سے تھا۔ اور حاجی برلاس کا جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے موارث اعلیٰ ہیں بھتیجا تھا۔ یہ اہل تحقیق کے نزدیک غلط ہے۔ یہ جھوٹے اور خوشامدی لوگوں کا کام تھا کہ انہوں نے تاتاریوں کے عروج کے زمانہ میں تیمور کا شجرہ چنگیز خان سے ملانے کی کوشش کی ورنہ وہ تو سیتھین قوم میں سے تھا جو ایرانی تھی۔ یہی سیتھین قوم ایروم جی برلاس کی مشہور شخصیت کی وجہ سے قوم برلاس کہلائی۔ تمام توران، ماوراء النہر، سمرقند اور کش کے علاقہ میں ایرانی آباد تھے جن میں برلاس بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے آخر تک اپنی زبان اور اداروں کو ایرانی ہی رہنے دیا اور اپنے فارسی النسل ہونے کو نہ بھولے اور چوتھی صدی عیسوی تک یہ سارا ملک ترکستان جنوبی روس تک برابر ایران ہی کہلاتا رہا۔ جب ان میں تاتاری لوگ آ کر آباد ہونے لگے تو پھر اس ملک کو ترکستان کہا جانے لگا۔ ورنہ دراصل یہ سارا ملک ایران ہی تھا۔ تیمور کا قبیلہ ترکوں کے درمیان دو سو برس رہنے کے بعد ترک کہلانے لگا۔ والّا وہ ترک نہ تھے بلکہ فارسی النسل یعنی ایرانی تھے اور یہ تیمور کا قبیلہ برلاس ہی تھا۔ جو سمرقند اور کش کے علاقہ میں آباد تھا۔ خود تیمور نے اپنے قومی نشان ایرانی رکھے۔ اس کے محلات ایرانی طرز کے تھے اس کی قوم میں لقب مرزا کا خالص ایرانی تھا۔ اس کے جدامجد کا نام ایروم جی برلاس خالص ایرانی نام تھا (یاد رہے کہ ایروم جی برلاس سب سے جدا مجد تھے اور حاجی برلاس چھٹی پشت میں ان کے پوتے تھے)۔ خدا کے بھی کیا عجیب کام ہیں خود حضرت مرزا صاحب کو بھی علم نہ تھا کہ میں فارسی النسل ہوں جب تک کہ خدا نے بذریعہ الہام یہ نہیں بتلایا اور حدیث شریف کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی کہ آپ آنخضرت صلعم کی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں اور ابنائے فارس میں سے وہ عظیم الشان انسان ہیں جس کے ذریعہ ایمان ثریا سے واپس آنا مقدر تھا۔ خدا کے اس دقیق در دقیق علم کی تصدیق بعد میں یورپ کی تحقیقات جدیدہ نے کی (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا وانسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس وغیرہ)

جائے سکونت

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب تقریباً دو سو آدمیوں کے ساتھ جو ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال تھے ایک معزز رئیس کی حیثیت سے بابر بادشاہ کے وقت میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ اور بادشاہ دہلی سے اعزاز اور جاگیریں حاصل کر کے اس جگہ آباد ہو گئے جو اب ضلع گورداسپور میں ہے۔ جو قصبہ انہوں نے آباد کیا اس کا نام انہوں نے اسلام پور رکھا چونکہ قضا کا منصب بھی ان کے سپرد تھا اس لئے یہ قصبہ اسلام پور قاضی ماجھی کہلانے لگا اور پھر فقط قاضی اور اس سے قادی رہ گیا۔ بعد میں قادیان کہلانے لگا۔ سکھوں کے وقت میں ان کی جاگیر کے بہت سے گاؤں ان کے قبضہ سے نکل گئے یہاں تک کہ ان کے پاس فقط قادیان کا قصبہ ہی رہ گیا۔ بعد میں سکھوں کے مظالم کی وجہ سے وہ بھی چھوڑ کر اس خاندان کو ریاست کپورتھلہ میں انتقال مکانی کرنا پڑا۔ لیکن اخیر میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ اس خاندان کو قادیان اور اس کے ساتھ پانچ گاؤں بحال کر دیئے۔

سنہ ولادت

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی سنہ ولادت کے متعلق کوئی تحریری یادداشت تو ہمارے ہاتھ میں ہے نہیں۔ اس لئے اس امر میں اختلاف ہونا لازمی بات تھی۔ مگر تحقیقات سے جو مجھے صحیح تاریخ آپ کی ولادت معلوم ہو سکی وہ 13 فروری اور 1835 مطابق 14 شوال 1250ھ ہے اس دن جمعہ کا روز تھا اور چاند کی چودھویں تھی۔ صبح کا وقت تھا آپ توام پیدا ہوئے تھے۔ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئی تھی اور اس کے بعد آپ پیدا ہوئے اور اس پیشگوئی کے مطابق تھا جو شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھی ہے کہ آنے والے مسیح کی ولادت توام ہو گی پہلے ایک لڑکی پیدا ہو گی اس کے بعد وہ موعود پیدا ہو گا۔

تعلیم

چھ سات سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم کے لئے ایک فارسی خوان معلم رکھا جن کا نام فضل الٰہی تھا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں آپ کو پڑھائیں۔ جب آپ کی عمر قریباً دس سال کی ہوئی تو ایک عربی خان مولوی صاحب آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام مولوی فضل احمد صاحب تھا۔ یہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرحوم کے والد تھے۔ اور بہت متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ یہ بزرگ باوجود استاد ہونے کے آپ کی بہت خاطر و مدارت ملحوظ رکھتے۔ بعد میں جب آپ نے دعویٰ مجددیت کیا تو انہوں نے بلا تامل شہادت دی اور بتایا کہ زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت مرزا صاحب کے

حیرت انگیز کرشموں کو دیکھ دیکھ کر اور بصیرت افروز نکات کو سن سن کر مجھے نظر آتا تھا کہ یہ بہت بڑا آدمی ہونے والا ہے۔ ان بزرگ سے حضرت مرزا صاحب نے صرف ونحو کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم کے لئے سید گل علی شاہ صاحب قادیان بلوائے گئے یہ مولوی صاحب شیعہ تھے اور بٹالہ کے رہنے والے تھے ان سے صرف ونحو اور منطق اور علوم مروجہ حاصل کئے۔ یہ مولوی صاحب پہلے تو قادیان میں ہی پڑھایا کرتے تھے۔ بعد میں بٹالہ چلے گئے تو حضرت مرزا صاحب کو بھی تعلیم کے لئے وہاں جانا پڑا۔

قادیان میں تعلیمی زمانہ

قادیان میں جب مولوی گل علی شاہ صاحب سے حضرت مرزا صاحب پڑھا کرتے تھے تو قصبہ کے بعض اور لڑکے بھی آ کر ان شاہ صاحب سے پڑھتے۔ حضرت مرزا صاحب جب استاد سے پڑھتے تو اپنا سبق آپ پڑھتے اور دو یا تین دفعہ دہرانے کے بعد بالا خانہ پر جا اکیلے بیٹھ کر اسے یاد کرتے۔ ان لڑکوں کے کھیل کود اور ہنسی مذاق میں آپ کبھی شریک نہ ہوتے اور نہ کسی لڑکے سے لڑتے جھگڑتے البتہ کسی کو اگر سبق بھول جاتا تو اسے بتانے میں بخل نہ کرتے تھے۔ آپ کو اگر کوئی چیز مرغوب خاطر تھی تو وہ مسجد اور قرآن شریف تھا۔ مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر آپ اکثر ٹہلتے رہتے۔ لے دیکے ورزش اگر کوئی تھی تو یہی ٹہلنا تھا۔ مگر آپ اس قدر ٹہلتے تھے کی جس زمین پر وہ ٹہلتے تھے وہ دب دب کر باقی زمین سے متمیز ہو جاتی۔

بٹالہ میں تعلیمی زمانہ

جب مولوی گل علی شاہ صاحب بٹالہ واپس چلے گئے تو حضرت مرزا صاحب کو بھی وہاں جانا پڑا۔ وہاں ان کا اپنا مکان بہت عالی شان تھا۔ چنانچہ آپ رہتے اپنے مکان میں تھے اور تعلیم مولوی گل علی شاہ صاحب سے حاصل کرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ کے ہم مکتبوں میں وہ طالب علم قابل ذکر ہیں۔ (۱): ایک تو لالہ بھیم سین جو بعد میں سیالکوٹ میں وکالت کرتے رہے۔ ان کے نانا ڈپٹی متھن لال صاحب بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھے۔ چونکہ وہ ذات کے کائستھ تھے اور کائستھ میں بہت عرصہ سے فارسی کی تعلیم کا رواج تھا۔ اس لئے ڈپٹی صاحب نے اپنے نواسہ بھیم سین کو بھی مولوی گل علی شاہ صاحب کے قلمذ میں دے دیا تھا۔ اور اس طرح وہ حضرت مرزا صاحب کے ہم مکتب بن گئے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہ نوجوانی کا زمانہ تھا۔ اور سب جانتے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب بہت سے نوجوان اپنی ناتجربہ کاری اور جوش جوانی کی وجہ سے طرح طرح کی غلط کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ خوبصورت اور وجیہہ جوان تھے۔ طالب علم تھے۔ بٹالہ میں اکیلے رہتے تھے۔ دنیا میں ابھی کسی دعویٰ کو لے کر نہیں کھڑے ہوئے تھے۔ ان بے تکلفی کے ایام میں اگر آپ کی زندگی اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ نہ ہوتی تو مدت العمر کے لئے لالہ بھیم سین آپ کے مداح خواں اور مخلص دوست نہ رہ سکتے تھے۔ اور آپ کا احترام ان کے قلب میں نہ ہوسکتا تھا۔ چنانچہ سیالکوٹ میں جب حضرت مرزا صاحب تشریف لے گئے تو لالہ بھیم سین آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور وہ آپ کے بہت سے خوارق کے شاہد عینی تھے۔

(۲): دوسرا ہم مکتب آپ کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ انہوں نے بھی حضرت مرزا صاحب کی طرز زندگی اور پاکیزہ اخلاق کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اشاعت السنتہ جلد نمبرے میں ایک شہادت حقہ ان کی قلم سے شائع شدہ اب تک موجود ہے۔ لکھتے ہیں:

''مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مولف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب تھے اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت و ملاقات و مراسلات برابر جاری رہی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے''۔

اپنی رائے کی اہمیت کے اس طرح اظہار کے بعد وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا مولف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی نصرتوں میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے''۔

یہی مولوی محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل آپ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ آپ کا جوتا اٹھا کر آپ کے سامنے سیدھا کر کے رکھ

دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے آپ کو وضو کرانا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

طب کی تعلیم

حضرت مرزا صاحب کے والد ماجد نہایت حاذق طبیب تھے بعض طب کی کتابیں حضرت مرزا صاحب نے اپنے والد سے پڑھیں۔

مطالعہ کی کثرت

حضرت مرزا صاحب کو مطالعہ کی بہت عادت تھی۔ علاوہ ازیں درسی کتابوں کے جو کتابیں اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہا کرتی تھیں۔ وہ تھیں قرآن شریف، صحیح بخاری، فتوح الغیب، مثنوی مولانا روم، دلائل الخیرات، تذکرہ الاولیاء، سفر السعادۃ، کتابوں کے اس انتخاب سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ آپ کا مذاق محض دینی و اخلاقی اور کس قدر پاکیزہ تھا۔

قرآن شریف کے علم کے لئے تڑپ

قرآن شریف سے آپ کو اس قدر عشق تھا کہ وہ جزو زندگی بن چکا تھا۔ دن رات میں اکثر حصہ وقت کا قرآن مجید کی ہی تلاوت میں صرف ہوتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے ٹہلتے قرآن مجید پڑھنے کا شغل جاری رہتا۔ آپ قرآن شریف پڑھتے جاتے اور زار زار روتے جاتے۔ قرآن شریف کا علم حاصل ہونے کے لئے بہت دعائیں کرتے، سجدوں میں جناب الٰہی میں گریہ وزاری کرتے۔ کوئی آیت اگر مشکل ہوتی تو اس کے معارف وحقائق کا علم پانے کے لئے ہمہ وقت اس آیت کو سامنے رکھتے۔ اور نہایت عجز والحاج سے دعائیں کرتے یہاں تک کہ اس کا علم آپ کو مل جاتا۔ نئے معارف جب کھلتے تو یادداشت کے طور پر انہیں نوٹ کر لیتے۔ خدا جانے کتنے ہزار دفعہ قرآن شریف ختم کیا جس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ لیکن مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا بیان تھا کہ کم سے کم دس ہزار دفعہ تو ضرور پڑھا ہوگا۔ آپ کا ایک قرآن شریف تو حضرت مولانا محمد علی صاحب کے پاس بھی ہے جسے آپ نے سترہ سال پڑھا تھا۔ پڑھ پڑھ کر جس کے ورق بھی گھس گئے ہیں۔ اس کے حاشیہ پر اپنی قلم سے اوامر ونواہی کے نمبر بھی دیتے ہیں۔

شادی

ابھی آپ تعلیم میں ہی مشغول تھے جو رواج کے مطابق آپ کے والد صاحب نے آپ کے ماموں مرزا جمعیت بیگ صاحب کی بیٹی سے آپ کی شادی کردی۔ آپ کی شادی نہایت سادہ طریق سے بغیر کسی بدعت کے ہوئی۔ حالانکہ آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی شادی میں بڑا دھوم دھڑ کا ہوا تھا۔

لیکن اس شادی سے آپ کے مشاغل میں فرق نہیں آیا۔ آپ بی بی کے ساتھ نہایت نیک سلوک کرتے اور حسن معاشرت برتتے تھے۔ مگر خلوت پسندی اور عبادت گذاری میں جو استغراق تھا اس میں دنیا کی کوئی کشش مخل نہ ہوسکتی تھی۔ آپ کے وقت کا اکثر حصہ مسجد میں یا مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا حجرہ تھا اس میں عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔

عبادت

آپ کو قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا۔ اور آپ کی جو کچھ عبادات تھیں قرآن اور سنت سے کبھی متجاوز نہ ہوتی تھیں۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ تہجد کی نماز کا بہت التزام تھا۔ اشراق کی نماز بھی پڑھ لیتے تے۔ مگر تہجد کی نماز سے بہت محبت تھی۔ نماز میں آپ کی توجہ الی اللہ اس قدر زبردست اور انہاک اتنا ہوتا تھا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ نماز تہجد میں سورۃ فاتحہ کو بہت درد اور توجہ سے پڑھتے اور بہت دعائیں کرتے تھے۔ درود شریف بھی کثرت سے پڑھتے اور توجہ اور درد کے ساتھ پڑھتے کہ بعض دفعہ اس کے ساتھ گریہ وبکا بھی شامل ہوتا۔ آپ آج کل کے صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے وظائف کو جو قرآن و سنت سے متجاوز ہیں بدعت سمجھتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

بزہد وورع کوشش وصدق وصفا
ولیکن میفزا ئے بر مصطفےٰ

آپ کے والد آپ کی خلوت نشینی اور عبادت گذاری سے بعض دفعہ تنگ آ کر فرماتے کہ: ''یہ ہمارے ہاں ملاں کہاں سے پیدا ہوگیا ہے''۔

کبھی کوئی حضرت مرزا صاحب سے ملنے آتا اور آپ کے متعلق دریافت کرتا تو فرماتے کہ: ''مسجد کے سقادہ کی کسی ٹونٹی میں جا کر دیکھو۔ اگر وہاں نہ پاؤ تو مسجد کے اندر کسی گوشہ میں تلاش کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ہو تو دیکھنا کسی صف میں کوئی لپیٹ کر نہ کھڑا کر گیا ہو۔ کیونکہ وہ زندگی میں ہی مرا ہوا ہے'' لیکن بعض دفعہ فرمایا کرتے کہ: ''میں ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا

ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں''۔

راستی پسندی

باوجود اس کے کہ آپ تیاری مقدمہ میں پوری محنت اور کاشش فرماتے تھے اگر کبھی جھوٹ اور ناجائز ذرائع سے کام نہ لیتے تھے۔اللہ تعالیٰ سے ان مقدمات کی نسبت دعائیں کرتے تو ان میں بھی جناب الٰہی کی رضا مدنظر ہوتی یعنی دعا یہی کرتے کہ جو بات حق اور عدل پر مبنی ہو اس پر مقدمہ فیصلہ ہو۔جس رات کی صبح کو آپ تاریخ پر جانا ہوتا تو عشاء کی نماز مسجد میں پڑھ چکنے کے بعد نمازیوں کے کہتے:

''مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے۔میں والد صاحب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔دعا کرو کہ اس مقدمہ میں حق حق ہو جائے اور مجھے مخلصی ملے۔میں نہیں کہتا کہ میرے حق میں ہو۔اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے۔پس جو اس کے علم میں حق ہے اس کی تائید اور فتح ہو''۔

اس دعا کے لئے آپ خود بھی ہاتھوں کو پھیلاتے اور دیر تک دعا مانگتے اور تمام حاضرین بھی دعا میں شریک ہوتے۔جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے اس قدر نفرت تھی کہ بعض دفعہ وکلاء آپ کا مقدمہ چھوڑ دیتے اور آپ اگر جھوٹ نہ بولیں گے تو سزایاب ہو جائیں گے۔مگر آپ صریح نقصان کو دیکھتے ہوئے بھی راستی کو نہ چھوڑتے اور وکلاء کو صاف طور پر کہہ دیتے کہ:

''چونکہ اسباب سے کام لینے کا حکم ہے اس لئے تمسک بالاسباب کے طور پر ہم آپ کو وکیل بناتے ہیں واللہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی امر دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوتا جب تک پہلے اس کا فیصلہ آسمان پر نہ ہو۔پس ہم آپ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کر سکتے''۔

شہرت طلبی سے سخت نفرت

آپ کو شہرت طلبی سے سخت نفرت تھی۔اور خلوت اور گوشہ نشینی سے بے انتہاء پیار تھا۔چنانچہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ:

''اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں گا۔مجھے تو کشاں کشاں میدان عالم میں انہوں نے نکالا ہے۔جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے میں قریباً ۲۵ سال تک خلوت میں بیٹھا ہوں او رکبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربار شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں مگر امر آمر سے مجبور ہوں''۔

حضرت مرزا صاحب کی والد کی وفات

۱۸۸۶ء میں حضرت مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا انتقال ہو گیا۔اس وقت جو آپ کو ہم و غم ہوا۔تو الہام ہوا کہ الیس اللہ بکاف عبدہ کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔اس الہام نے عجیب سکنیت اور اطمینان آپ کے دل کو بخشا چنانچہ بعد میں اسی الہام کو ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی ایک انگشتری بنوالی۔اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی۔

صبر و توکل کا امتحان

حضرت مرزا صاحب کے والد کی وفات کے بعد مرزا غلام قادر صاحب آپ کے بڑے بھائی آپ کے جانشین قرار پائے۔آپ کے والد صاحب کی جائیداد کچھ مکانات اور دوکانیں اور زمین قادیان میں تھی۔چونکہ آپ دو بھائی تھے۔اس لئے شرعاً و قانوناً وہ جائیداد آپ دونوں کے حصے میں آئی تھی۔اور آپ کا حصہ آپ کے گذارہ کے لئے کافی تھا۔لیکن آپ نے اپنے بڑے بھائی سے وہ جائیداد تقسیم نہیں کروائی بلکہ اپنے والد صاحب کے زمانہ کی طرح اپنی جائیداد سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔اور بڑے بھائی کو اپنے والد کا قائم مقام سمجھا۔جو کچھ وہ دے دیتے اس میں گذارا کر لیتے مگر اس معاملہ میں ان کا سلوک کچھ قابل تعریف نہ تھا۔کیونکہ ان کا مقصد فقط حصول دنیا تھا۔وہ خود تو گورداسپور میں رہتے تھے کیونکہ وہاں ملازم تھے۔ان کی غیر حاضری میں ان کی بیوی اور ان کے منتظمین کے ہاتھوں حضرت صاحب کی بہت تنگی اور تکلیف اٹھانی پڑتی تھی حتیٰ کہ ضروریات زندگی کے حاصل کرنے میں بھی آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔آپ کا یہ امتحان آپ کے بھائی کی وفات تک برابر جاری رہا۔مگر آپ کے صبر اور توکل میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا۔اور یہ آزمائش کے سال آپ نے بڑے صدق اور استقامت سے گذار دیئے۔ایک دفعہ کسی اخبار کے منگوانے کے لئے بھائی صاحب سے ایک نہایت قلیل رقم منگوائی تو انہوں نے باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کی ساری جائیداد

پر قابض تھے انکار کر دیا۔ اور کہا ''یہ اسراف ہے۔ کام کاج تو کچھ کرتے نہیں اور یونہی بیٹھے کتب و اخبار کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں''۔ برابر کی جائیداد کے ہوتے ہوئے صرف روٹی کپڑا آپ کو مل جاتا اور وہ بھی بہت تنگی سے کہ کبھی فاقہ تک نوبت پہنچ جاتی۔

الہامات کا سلسلہ زور شور سے کب شروع ہوتا ہے

حضرت مرزا صاحب کی فطرت صحیحہ اور قلب سلیم اور آپ کے زاہد و عبادت اور تقویٰ و اتباع قرآن و سنت نے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کیا اور جناب الٰہی نے اپنے قرب سے نوازا اور اپنی پاک باتوں سے مشرف فرمایا۔ آپ کو رویائے صالحہ اور کشوف وغیرہ تو ابتدائی عمر سے ہی شروع ہو گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر مکالمات الہیہ کا شرف آپ کو ۶۹۔۱۸۶۸ء) سے ہی حاصل ہو گیا تھا جب آپ کو یہ الہام ہوا تھا کہ: ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔

ممکن ہے اس سے پہلے بھی یہ شرف حاصل ہو۔ لیکن الہامات کا سلسلہ بڑے زور و شور سے آپ کے والد صاحب کی وفات سے شروع ہوا۔ جو ۱۸۷۶ء میں ہوئی تھی۔

تعلیم

اسلام کی تبلیغ کے لئے آپ مختلف اشخاص کو اس علم کلام کی تعلیم دیتے جو خاص آپ کے وجود کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ اور جو اس قدر موثر تھا کہ پادری بٹلر جیسا فاضل اجل و قابل انگریز اس کا لوہا مان گیا تھا۔ اور پادریوں اور آریوں کا تو ناطقہ ہی بند ہو گیا۔ سیالکوٹ میں مرزا مراد بیگ جالندھری جو پادریوں سے مباحثہ کیا کرتے تھے آپ کے علم سے مستفیض ہوتے رہتے۔ اور پھر پادریوں کا ناطقہ بند کرتے۔ قادیان میں بٹالہ سے منشی نبی بخش پٹواری آیا کرتے اور پادریوں سے بحث کرنے کے لئے آپ کے علم سے فائدہ اٹھاتے۔ وہ پادریوں کے اعتراضات حضرت مرزا صاحب کو سناتے اور ان سے جوابات سنتے۔ حضرت صاحب انہیں فرمایا کرتے کہ: ''مجھ سے خوب بحث کر لو تاکہ تمہیں پادریوں کے سامنے کسی وقت کا سامنا نہ ہو''۔

چنانچہ وہ بار بار اعتراض کر کے مسئلہ کو خوب صاف کر لیتے اور پھر واپس بٹالہ جا کر پادریوں کی خوب خبر لیتے۔ انہی ایام میں بٹالہ کے ایک مولوی قدرت اللہ نامی عیسائی ہو گئے۔ منشی نبی بخش صاحب نے حضرت صاحب کو خبر دی تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور منشی نبی بخش صاحب کو کہا کہ:

''اسے سمجھاؤ اور اگر میری ضرورت ہو تو میں خود وہاں چلنے کو تیار ہوں''۔

منشی صاحب نے عرض کیا:

''اگر ان سے مباحثہ کرنے میں کچھ سختی کرنی پڑے تو کیا کچھ سخت الفاظ بھی استعمال کر لئے جائیں''۔ فرمایا: ''سختی کرنے سے بعض اوقات دل سخت ہو جاتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کا واپس آنا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے نرمی اور تالیف قلوب کا سلوک کرو۔ مولوی ضدی طبع ہوتے ہیں۔ اپنی ضد میں آ کر وہ حق اور ناحق کی پرواہ نہیں کرتے''۔

غرض مولوی قدرت اللہ کو اسلام میں لانے کے لئے آپ نے بہت تاکید کی اور آپ کو اس کا بہت رنج تھا۔ اور فرمایا کہ:

''اسلام سے کسی کا مرتد ہو جانا بہت بڑا امر ہے۔ اس کو سرسری نہیں سمجھنا چاہیے ہم تو دوسروں کو اسلام میں لانا چاہتے ہیں اگر ہماری غفلت سے کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو ہم سب خدا تعالیٰ کے حضور اس کے جواب دہ ہوں گے۔ تم جا کر کوشش کرو میں دعا کروں گا۔ اور تم اس سے تنہائی میں ملو۔ لوگوں کے سامنے نہ ملنا اور نہ بحث کرنا۔ انسان کو اس سے بات کی پیچ پڑ جاتی ہے''۔

منشی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی نصیحت اور ہدایت پر عمل کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی قدرت اللہ صاحب واپس اسلام میں آ گئے اور اس سے حضرت صاحب کو بہت خوشی ہوئی۔

مناظروں میں آپ آنحضرت صلعم کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے

آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن سے ایسا عشق تھا کہ تحریر ہو یا تقریر مناظرہ ہو یا معمولی گفتگو آپ آنحضرت صلعم کی یا قرآن کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے اپنی چچی مرزا غلام حیدر صاحب مرحوم کی اہلیہ کے ہاں آنا جانا اور کھانا پینا ترک کر دیا صرف اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ ان کے منہ سے آنحضرت صلعم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا تھا۔ باوجود اس احترام کے

جو آپ اپنے بزرگوں کا کیا کرتے تھے اس بات پر اتنا اثر ہوا کہ قطع تعلق کر لیا۔ ایک مرتبہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سے حالانکہ وہ بچے تھے قرآن مجید کی بے ادبی ہوگئی۔ اسی وقت آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور حالانکہ آپ بچوں کے مارنے کے سخت خلاف تھے مگر غیرت دینی سے بے اختیار ہوکر ایسے زور سے انہیں طمانچہ مارا کہ انگلیوں کے نشان ان کے رخسار پر نمایاں ہوگئے اور فرمایا:

''اس کو میری آنکھوں کے آگے سے ہٹالو یہ اب ہی سے قرآن شریف کی بے ادبی کرنے لگا ہے تو آئندہ کیا ہوگا''۔

فرمایا کرتے تھے کہ:

''میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میری بچوں کا میری آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت آنحضرت صلعم اور دین کی ہتک اور استخفاف دیکھنے کے اور اس پر صبر کرنے کے''۔

چونکہ اکثر عیسائی اور آریہ مناظروں کا قاعدہ ہوتا کہ جب وہ اصول حقہ اسلام کی تردید نہیں کرسکتے تو چند ادھر ادھر کی لغو اور فضول روایات یا فرضی افسانوں کی بناء پر آنحضرت صلعم پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے آپ مناظرہ سے پہلے یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ دوران مناظرہ میں آنحضرت صلعم پر حملہ کرنے اور آپ کی توہین کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

عیسائیوں سے مباحثہ

عیسائیوں کے اخبار ''نور افشاں'' میں اسلام اور بانی اسلام پر جو حملے ہوتے تھے ان کے جوابات کے لئے حضرت اقدس نے اخبار ''منشور محمدی، بنگلور کو منتخب کیا۔ آپ کے پرزور مضامین جب اس میں نکلے تو عیسائی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ اور شور قیامت بپا ہوگیا۔

برہموسماج سے مباحثہ

لاہور میں برہموسماج قائم ہو چکا تھا اور پنڈت شونرائن اگنی ہوتری صاحب جو لاہور گورنمنٹ سکول میں اس وقت ڈرائنگ ماسٹر تھے۔ برہموسماج کے بہت بڑے لیڈر اور ہندو باندھو اخبار کے مالک و ایڈیٹر تھے۔ اس اخبار میں حضرت اقدس کے مضامین اکثر شائع ہوتے تھے۔ مسئلہ الہام میں اس برہمو لیڈر سے بذریعہ خط و کتابت مباحثہ شروع ہوگیا اور یہ سلسلہ ۲۱مئی سے ۱۷جون ۱۸۷۹ء تک جاری رہا۔ حضرت صاحب نے لکھا کہ جس قدر بھی خط و کتابت ہوئی ہے اسے ایک برہمو اور ایک انگریز کے سامنے رکھ کر ان کے منصفانہ فیصلہ کے ساتھ اسے شائع کریں اور میری طرف سے مشہور برہمو لیڈر ''کیشپ چندرسین'' کو مصنف بنا لیں لیکن اگنی ہوتری جی نے ایسا نہ کیا اور یونہی وہ خط و کتابت چھاپ دی ایسا کیوں کیا یہ ظاہری ہے لیکن اس مباحثہ کا نتیجہ وہی ہوا جو حضرت صاحب نے اس میں لکھا تھا کہ وحی و الہام کا انکار دہریت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پنڈت اگنی ہوتری صاحب برہموسماج چھوڑ چھاڑ دہریہ بن کر ایک نئے سماج کے بانی ہوگئے جو ''دیوح سماج'' کے نام سے مشہور ہے''۔

براہین احمدیہ کے ساتھ انعامی چیلنج

مگر آپ نے محض ایک کتاب کی تصنیف تک ہی اس امر کو محدود نہیں رکھا بلکہ آپ کا قلب چونکہ اسلام کی حقانیت پر یقین سے لبریز تھا اور آپ اس پر عمل پیرا ہوکر حالی طور پر اس کی صداقت کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے آپ نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ دس ہزار روپے انعام کا بھی اعلان کیا کہ یہ اس شخص کا حق ہوگا جو اس کتاب کے دلائل کو توڑ کر دکھادے یا اپنی الہامی کتاب سے اس قدر دلائل یا اس سے نصف یا اس سے ثلث یا اس سے ربع یا اس سے خمس ہی اپنے مذہب کی تائید میں اور اسلام کی تردید میں نکال کر دکھادے۔ اس اعلان سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے کس قسم کے زبردست دلائل اور براہین قاطع قرآن مجید سے اپنی تصنیف میں جمع کئے تھے اور کس قدر یقین آپ کو براہین و دلائل کی قوت اور استحکام پر تھا کہ اپنی ساری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ان دلائل کے توڑنے والے کو دے دینے کے لئے آپ تیار تھے۔ تمام دنیا میں یہ پر از تحدی اشتہار شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک شائع کیا گیا لیکن اتنے بڑے انعام کے باوجود کسی شخص کو مقابلہ کی جرات اور قدرت نہ ہوئی اور اس طرح پر یہ کتاب آج تک لاجواب ہے اور آپ کا اپنا شعر کس خوبصورتی کے ساتھ یہاں صادق آتا ہے جو آنحضرت صلعم کی تعریف میں آپ نے فرمایا تھا:

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمید ان محمدؐ

براہین احمدیہ میں آپ نے آریہ سماج، برہموسماج، سناتن دھرم، عیسائیوں اور دہریوں کو مخاطب کیا اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ان کے عقائد کی تردید کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت کو اظہر من الشمس کیا مگر ان مذاہب میں سے کسی کو آج تک جرات نہیں ہوئی کہ اس تحدی کے مقابلہ میں اپنی کتاب کی مشارکت ثابت کی۔ نہ ان دلائل کو توڑنے کی جرات ہوئی۔ خود مسلمانوں نے اس کتاب کو بہت بڑی خدمت اسلام سمجھا اور ایسے نازک وقت میں جب دین اسلام تمام مذاہب باطلہ کے نرغہ میں آیا ہوا تھا اس تصنیف کو عظیم الشان فتوحات میں سے قرار دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں آپ کے شدید ترین مخالف بن گئے اور شدت مخالفت میں رئیس المکفرین بننے سے بھی دریغ نہ کیا۔ براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے اشاعت السنہ ۶ میں لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ دھرم، برہموسماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرتے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا۔

☆☆☆☆

لیزر طلباء کی الوداعی تقریب

لیزر سکول کے طلباء جو اس سال 2011ء میں فارغ ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک مختصر سی تقریب کا انعقاد شروع دسمبر میں کیا گیا۔ اس سال فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کے اسماء یہ ہیں:

(ا): منصور احمد صاحب (۲): نوید احمد ملہی صاحب (۳): قاری فضل الٰہی صاحب (۴): محی الدین صاحب

اس تقریب میں ان طلباء کے علاوہ دوسرے طلباء اور معزز مہمانوں کے لئے عادل آصف صاحب نے ایک نہایت ہی دلچسپ Presentation کے بعد طلباء کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ تمام طلباء نے اساتذہ لیزر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے نہایت جاں فشانی اور بے لوث محنت سے ان کو اس قابل بنایا کہ وہ جماعت کے مراکز کو سنبھال سکیں۔ فارغ التحصیل طلباء اپنی زبان حال سے دوسرے طلباء کو یہ کہتے محسوس ہوتے تھے کہ:

درو دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں
باغبانوں سنبھالو چمن ہم تو سفر کرتے ہیں

لیزر سکول کی پرنسپل صاحبہ محترمہ رقیہ عزیز صاحبہ اور دوسرے اساتذہ جن میں محترمہ صبیحہ سعید صاحبہ، محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ، محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ، قاری ارشد محمود صاحب اور محترم جنرل سیکرٹری عامر عزیز الازھری صاحب شامل تھے نے طلباء کو نصائح کیے۔ انہوں نے کہا کہ تمام طلباء جو آج فارغ ہو کر جا رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ علمی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو روحانی لحاظ سے بھی ترقی کی طرف گامزن کریں اور اپنے اعمال و اقوال کو پاکیزہ بنانے کی کوشش کریں اور جو ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئی ہیں ان کو احسن طور پر ادا کریں۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بحیثیت اساتذہ اور بحیثیت امیر ان طلباء کو حکم دیا کہ وہ جہاں بھی جائیں اللہ اور اس کے رسول صلعم کے احکامات کی فرمانبرداری اختیار کریں اور جماعت کو استحکام دینے میں ممد و معاون بنیں انہوں نے تمام طلباء کے لئے دعا کی کہ اللہ ان کو دین و دنیا کی کامیابیاں دے اور انہیں ان کے مقصد یعنی خدمت دین میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین

تقریب کے اختتام پر طلباء کو انعامات دیئے گئے اور مہمانوں کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

محمد صالح نور

ہمارا سالانہ جلسہ
اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مقصد بعثت احیائے دین اور اقامت شریعت دین کے اہم امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مرسلین کی اتباع میں ایک قوم تیار کی جس نے مال و جان وقت اور شہر سے اور عزت کی قربانی دیتے ہوئے اپنے علم اور قلم سے اشاعت اسلام کا وہ بے نظیر کام کر کے دکھایا جو صدیوں میں بھی کسی سے نہ ہو سکا۔ جماعت احمدیہ لاہور نے خصوصاً حضور کے علم الکلام سے استفادہ کرتے ہوئے ایک دنیا کو اس نور سے منور کیا گیا ہے۔ گذشتہ پچاس سال میں اطراف و اکناف عالم سے تحسین و آفرین کے جو پیغامات گاہے بگاہے وصول ہوتے رہتے ہیں وہ جماعت کی خدمات اسلامی کے عالمی اعتراف کے لئے کافی ہیں۔ اور جماعت خدا کے فضل سے اس فرض کی ادائیگی کی طرف آئندہ کے لئے بھی پہلے سے بڑھ کر خصوصی توجہ کا عزم کئے ہوئے ہے۔

حضرت امام الزمان نے جماعت کے لئے ہر سال ایک جگہ جمع ہو کر اس مقصد کی تکمیل کے لئے سوچنے سمجھنے، جماعت کی تعلیم و تربیت، اصلاح و احوال، درس و تدریس، میل ملاپ، اخوت و مودت، غرض گونا گوں فوائد کے حصول کے لئے اجتماع کا حکم فرمایا اور ۱۸۹۱ء میں از خود اس کی ابتداء فرمائی اور اس اجتماع کو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے جذب کرنے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔

چونکہ ہمارا جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے اور اس لئے جماعت کو اس میں شمولیت کی اہمیت جتلانے کی خاطر حضور کے چند ارشادات احباب کے گوش گذار کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں یہ امر بھی مدنظر رہے کہ احمدیہ بلڈنگس لاہور جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام قیام فرماتے رہے، نمازیں ادا کرتے رہے، ملاقاتیں فرماتے رہے، لیکچر دیتے رہے اور اشاعت اسلام کے لئے اپنی دعائے نیم شبی سے اس فضا کو منور فرماتے رہے اور بالآخر اسی جگہ آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی غرض یہ مقام اور یہ عمارتیں اور یہاں کے کوچے اور گلیاں اور مسجد خاص نشانات کے حامل ہیں۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ خدا کے پیارے مسیح نے جب جنت الفردوس میں جانے کے لئے خدا کے حضور حاضر ہونا تھا تو آپ نے اس مقام کو پسند فرمایا یعنی جب آپ کو واصل باللہ ہونا تھا تو آپ اپنے مولد و مسکن کو چھوڑ کر ان عمارات میں تشریف لے آئے اور ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' کے ذریعہ اس مقام کو ''مدینۃ المسیح'' قرار دیا گیا ہے۔ کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے امام کی پیروی میں روحانی کیف و سرور کے حصول کے لئے چند دن یا چند گھڑیاں اس ماحول اور اس فضا میں گذارنے کے لئے اپنے وقت اور مال کی قربانی کرتے ہوئے تشریف لائیں اور جماعت کے اجتماعات میں شرکت کریں۔ یہاں پر نمازیں ادا کریں، درس سنیں، تقاریر اور خطبات سے خیر و برکت حاصل کریں اور مسیح محمدیؑ کے روحانی مائدہ سے توشئہ آخرت کے لئے کچھ زادِ راہ لے جائیں اور اس کے مقابل پر ہر راحت و آرام اور ہر سکھ اور چین اور مال و دولت کو ہیچ سمجھیں۔

اس مرتبہ بہت دور دور سے لوگ تشریف لا رہے ہیں اور حضورؑ کا وہ الہام جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگ دور دراز کے علاقوں سے تیرے پاس آئیں گے ایک دفعہ پھر بڑی شان سے پورا ہوتے ہم دیکھ لیں گے۔ لوگوں کا ان جلسوں میں آنا حضور نے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

ہالینڈ: مسجد قبلتین میں مقررین خطاب کرتے ہوئے
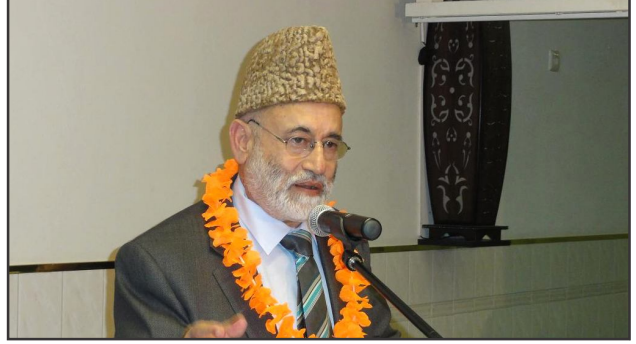
روٹرڈیم، ہالینڈ: جامع احمدیہ میں تقریب کے مناظر
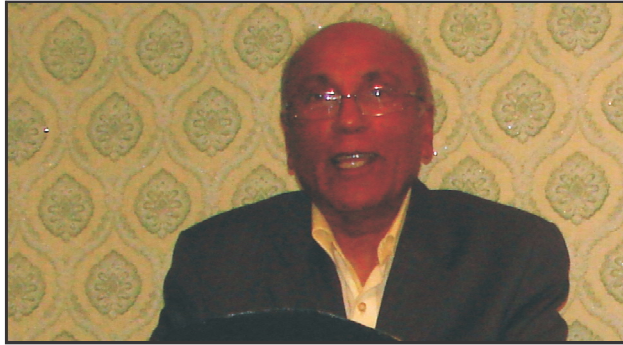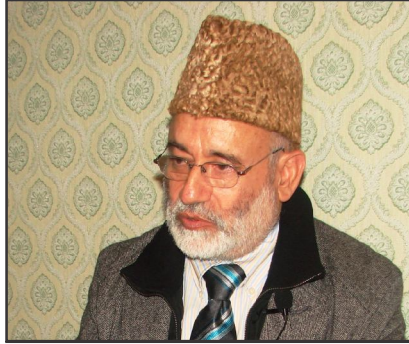
ہالینڈ: حضرت امیر قوم مسجد قبلتین میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے اور نماز جمعہ کے مناظر

لندن: عید الاضحیٰ کی تصاویر اور ریڈیو پنجاب پر ممبرانِ جماعت کا براہ راست خطاب
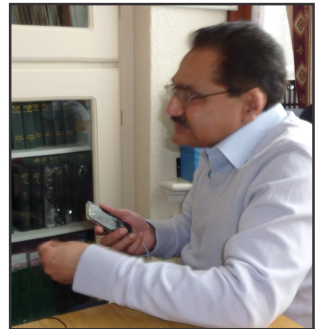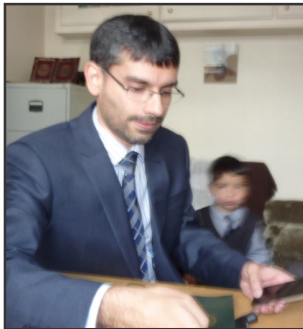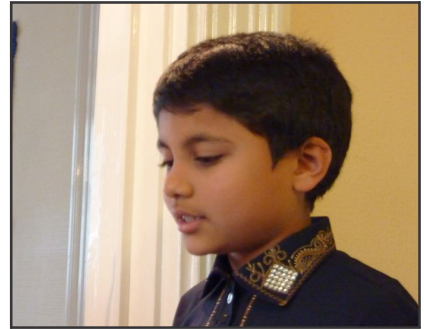
برلن، جرمنی: جامعہ احمدیہ میں جلسہ کے مناظر

ENERGY
NRJ
PINK
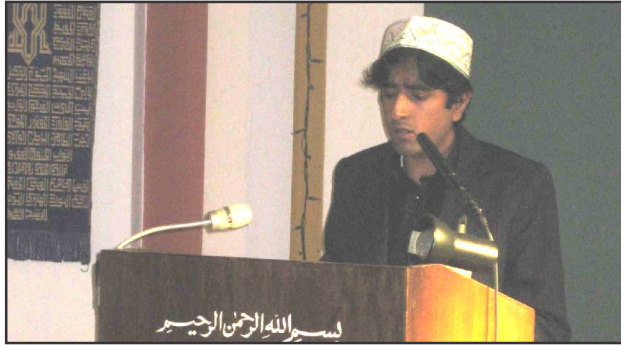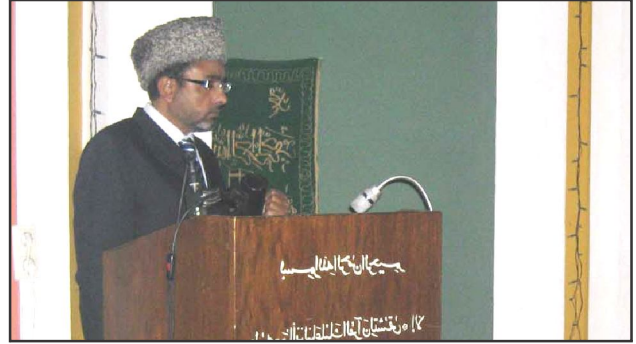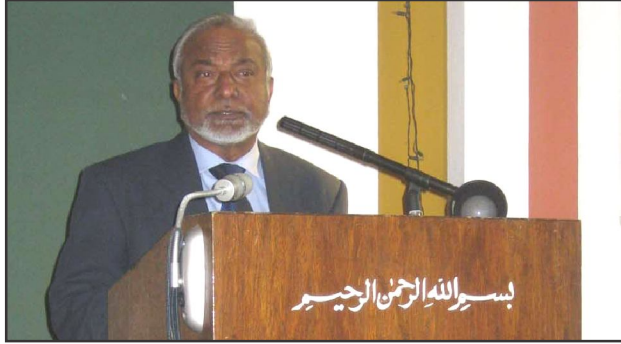
جینیوا، سوئٹزر لینڈ: اقوامِ متحدہ کے کنونشن برائے انسانی حقوق میں حضرت امیرِ قوم کی شرکت کے مناظر

لندن، انگلینڈ: حضرت امیرِ قوم کا ہاؤس آف لارڈز کا دورہ اور لارڈ ایرک ایوک بری سے ملاقات

ووکنگ، انگلینڈ: ایک تقریب میں حضرت امیر قوم کی شمولیت

اویز بری ملٹن کین: جماعت کے ممبران کی طرف سے منعقدہ ایک تقریب میں حضرت امیر کی شرکت

یونیورسل پیس فیڈریشن کے یورپ کے نائب صدر ٹم ملر کی نمازِ جمعہ میں شمولیت کے مناظر
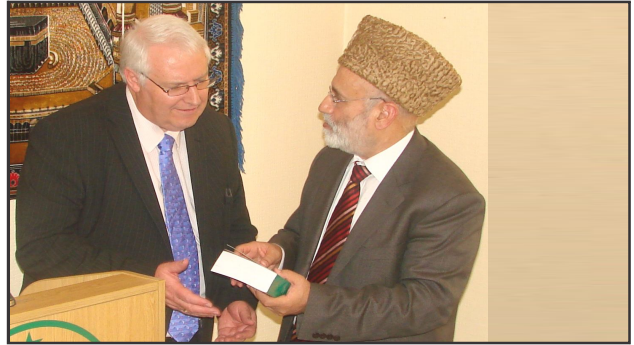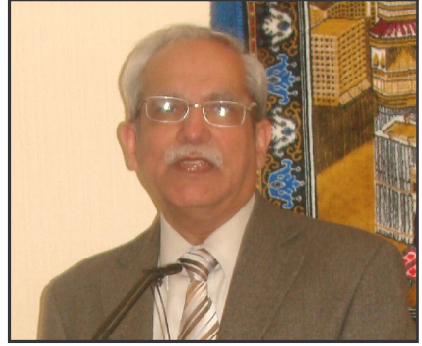
اوپر: سالانہ دعائیہ 2010ء کے کچھ مناظر نیچے: جماعت کے ہونہار طلبہ انعامات لیتے ہوئے
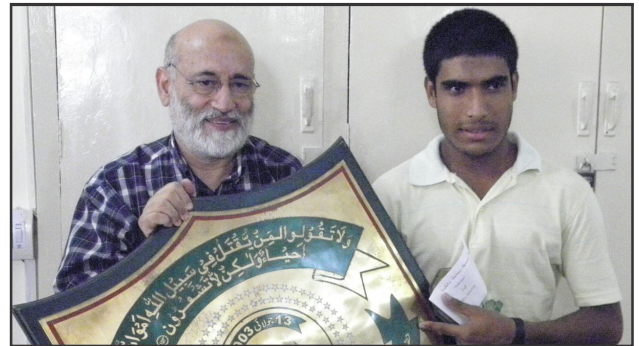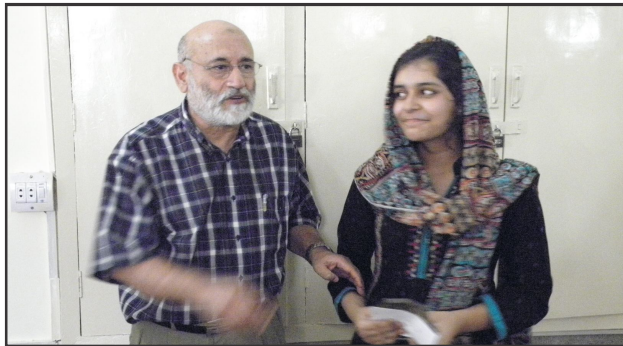
اوپر: تربیتی کورس 2011ء کے کچھ مناظر نیچے: 23 مارچ 2011ء یوم پاکستان کے موقع پر شبان الاحمدیہ کی سرگرمیاں
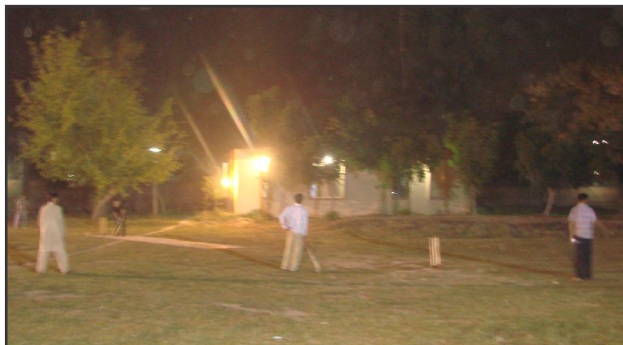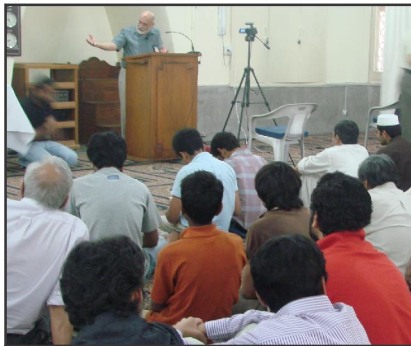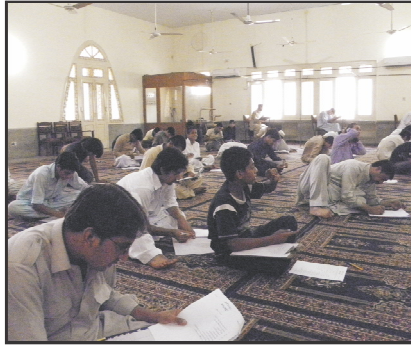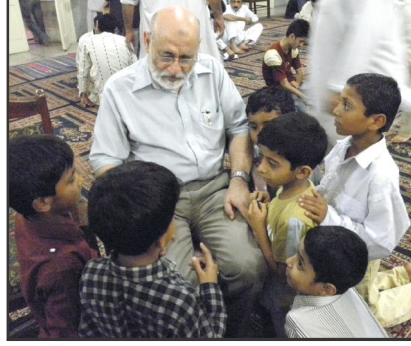
لیز رسکول کے فارغ التحصیل مبلغین کے اعزاز میں منعقدہ الوداعی تقریب کے مناظر

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اس نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خاص یہی قادیان ہوا

یہ سالانہ جلسہ بہت سی برکت کا حامل ہے۔ حضور کے ارشادات کی روشنی میں چند امور قارئین کرام کی خاص توجہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔

ایمان اور معرفت میں ترقی کا ذریعہ

حضور نے اس جلسہ میں شمولیت کو ایمان اور معرفت میں ترقی کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں حضور فرماتے ہیں:

''اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ (آسمانی فیصلہ)

اخلاقِ فاضلہ اور دینی مہمّات میں سرگرمی کا ذریعہ

حضور فرماتے ہیں:

''اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں'' (شہادت القرآن)

معرفت کے ترقی پذیر ہونے کا ذریعہ

حضور نے جلسہ سالانہ کے بہت سے روحانی فوائد کے ذکر کے تسلسل میں ایک خاص وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس اجتماع کی برکت سے ایک مومن کی معرفت بڑھتی ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے ذرائع میسر آتے ہیں، حضور نے فرمایا:

''تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو''۔ (اشتہار)

دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ کا ذریعہ

گذشتہ نصف صدی سے جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک میں باحسن طریق کامیابی سے چلا رہی ہے، اس کے لئے ہمیشہ اچھی تجاویز و تدابیر کا خیر مقدم کیا جاتا رہا ہے۔ احباب جب جلسہ پر تشریف لائیں تو کام کی مزید توسیع اور اشاعت اسلام کے لئے تجاویز ساتھ لائیں اور انجمن میں پیش کریں کہ یہ بھی جلسہ کی اغراض میں شامل ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

''اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سفید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں'' (اشتہار)

حضور کے اس قول کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ آج یورپ اور امریکہ کے سیاہ و سفید مذہب اسلام کی برتری اور افضلیت کے قائل ہو رہے ہیں اور بہت سی جگہوں پر باقاعدہ احمدی جماعتیں قائم ہیں اور ہر ملک میں احمدی مبلغین علم اسلام تھامے مصروف تبلیغ ہیں۔

نئے احباب سے تعارف کا ذریعہ

پاکستان میں بہت سے دوست دوران سال جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ غیر ممالک سے نومسلم حضرات جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اب احباب سے محبت اور حسنِ سلوک اور تعارف سے بھی طرفین کے ایمان و عرفان میں ترقی کے اسباب اس جلسہ کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں۔ حضور نے اس

ضمن میں ارشاد فرمایا ہے:

''اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ کر اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا'' (آسمانی فیصلہ)

رنجشیں اور اجنبیت مٹانے کا ذریعہ

اگر دوران سال کسی دوست کے دل میں دوسرے دوست کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا رنجش یا کدورت پیدا ہو جاتی ہیں تو جلسہ سالانہ پر احباب کے یکجا جمع ہو جانے سے اور دعا کے ذریعہ ان کی دوری کو قربت میں اور افتراق کو اتفاق میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا:

''اس جلسہ میں تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی'' (آسمانی فیصلہ)

مرحومین کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت کا ذریعہ

دوران سال ہم میں سے بعض روحیں اس دنیاوی عرصہ زندگی کو پورا کر کے خدا کے حضور حاضر ہو جاتی ہیں۔ اس جلسہ پر جماعت کو اجتماعی طور پر ان کی روحوں کو ایصال ثواب کے لئے ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کا موقعہ میسر آتا ہے اور جماعت کی یہ اجتماعی دعائیں مرحومین کی بلندی درجات کا ایک ذریعہ بنتی ہیں اس ضمن میں حضور کا ارشاد ہے:

''جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی'' (آسمانی فیصلہ)

صالحین کی صحبت سے فیض پانے کا ذریعہ

گو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعض خاص محبوں کا گروہ ہم میں موجود نہیں ہے مگر تاہم ہم میں بعض ایسے بابرکت وجود موجود ہیں جن کے چہروں پر حضور کے نور کا پرتو ہے اور جن کی پیشانیوں میں امام الزمان کی پاک رفاقت کے آثار نمایاں ہیں اور جن کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں ''پاک ممبروں'' کی صحبت کا موقعہ بھی اس جلسہ پر میسر آتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

''بیعت کرنے سے ایک غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے۔ اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے کبھی کبھی ضروری ملنا چاہیے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی'' (آسمانی فیصلہ)

روحانی فوائد اور ثواب کا ذریعہ

خدا تعالیٰ کے رستہ میں سفر اختیار کرنا اپنے مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا اشاعت اسلام کی نیت سے مرکز میں آنا، حصول ثواب کے لئے سفر اور دوسروں کی تکالیف برداشت کرنا ان تمام امور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص اجر اور ثواب ترتیب پاتا ہے جو مومنوں کے لئے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اس لئے ہر حال میں اس نیک مقصد کے لئے دور و نزدیک سے آ کر شمولیت کرنا ہمارے لئے دین و دنیا میں بہتری کا باعث ہے۔ حضور نے فرمایا ہے:

''اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پرواہ نہ کریں خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی''

نیز ارشاد فرمایا:

''اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے''

حضور نے اس جلسہ میں شمولیت کو لازمی اور ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لائیں''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا میں شرکت کا ذریعہ

جو دوست ہر قسم کا ہرج کر کے بھی اس بابرکت اجتماع پر تشریف لائیں گے وہ حضور کی اس دعا میں شریک ہوں گے جو حضور نے جلسہ کے لئے آنے والوں کے حق میں خدائے عزوجل کے حضور خاص طور پر کی ہے اور جس سے اس جلسہ کی اہمیت اور عظمت پر روشنی پڑتی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا، اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر''۔

(اشتہار دسمبر ۱۸۹۲ء)

اس جامع دعا سے بآسانی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں کے لئے حضور کے کیا جذبات تھے اور ان کے حق میں کس قدر جذب اور سوز سے حضور نے حضرت احدیث میں سفارشات فرمائیں ہیں۔ حضور کے ان پاک اور مبارک جذبات کو دیکھ کر کس احمدی کا دل چاہتا ہے کہ وہ ان دعاؤں سے باوجود توفیق پانے کے محروم رہ جائے۔

احمدی احباب پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے فضل رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائی ہیں اگر وہ اس مبارک اجتماع میں شرکت کے لئے ابھی سے عزم کرلیں کہ وہ اپنے عہد بیعت

''میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا''

کے مطابق جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں گے تو پھر یقیناً وہ خدا تعالیٰ کے افضال اور نعماء سے حصہ وافر حاصل کرلیں گے۔

پس خود آیئے، دوستوں کو ہمراہ لایئے، اہل وعیال سمیت آیئے، ناداروں کا بوجھ اٹھا کر ان کو ساتھ لایئے کہ اس میں خیر و برکت ہے اور اس میں دینی فلاح و بہبود کے سامان مضمر ہیں۔

صحابہ رسولؐ کا مقام مجدّد زماں کی نظر میں

(از جناب غلام رسول صاحب جانباز)

اک روز مجدد وقت ہوئے جب مسجد میں محفِل آرا
ہر ایک فدائی حاضر تھا جمگھٹ احباب کا تھا سارا
اس بزم میں اللہ والوں کی تھا نور برستا چہروں پر
لاریب وہاں ہر فرد نظر آتا تھا ثریا کا تارا
کی عرض عقید تمندوں نے کچھ مرتبہ آپ کا کم تو نہیں
ابوبکرؓ و عمرؓ سے، کرلے کوئی چشمِ انصاف سے نظّارہ
فرمایا نہ یوں زنہار کہو یارانِ نبی کے بارے میں
بوبکرؓ و عمر و عثمانؓ و علیؓ کی ہمسری کا کس کو یارا
ہے فخر مجھے اس بات میں ہوں گر ان کے کفش برداروں میں
ذی شان تھے سب خلفائے نبی، اور میں اک عاجز بیچارا
وہ نورِ صداقت کو لیکر شمشیر و سناں سے دب نہ سکے
اسلام کی راہ میں پیش نبی ہر اک نے تن من دھن وارا
جب مطلعِ عالم پر ظاہر یثرب کا بدر منیر نہیں
اصحاب سا کیونکر ظاہر ہو افلاک جہاں پر سیارا
ایں غلو پرستاں ایشاں راہمدوش نبیاں می سازند
درپیش حق وانصاف شود ہر کوشش ایشاں ناکارا

(پیغام صلح، 17 مارچ 1939ء)

''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں''

''لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں''

''میں تمہارے خالص اور دلی محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و احوال میں برکت ڈالوں گا''

(الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

1914ء میں جماعت احمدیہ لاہور (احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) کی بنیادیں قائم کی گئیں۔ آئندہ کا مورخ یہ بتلائے گا کہ کن حالات میں اس جماعت کی بنیادیں پڑیں۔ اس کے پیشِ نظر کیا مقاصد وعزائم تھے۔ اس جماعت کی جہد و سعی سے کیا نتائج نکلے، یعنی دین اسلام کے بارہ میں غیر مسلم و مسلم دنیا پر کیا تاثرات پیدا ہوئے۔ اس کی امتیازی خصوصیات وعقائد کیا ہیں۔ پھر کن نامساعد حالاتِ زمانہ سے اسے دوچار ہونا پڑا۔ کیونکہ یہ جماعت باوجود نامساعد حالات کے اپنے نیک مقاصد پر مضبوطی سے قائم رہی اور بالآخر کس طرح اپنی صحیح تعمیر وترقی کی جانب اس نے اپنا قدم بڑھایا۔

جماعت لاہور کی بناء

ان سطور میں نہایت مختصر طور پر یہ بتلانا مقصود ہے کہ 1914ء میں جب قادیانی نظام ایک مطلق العنانی آمریت کا المیہ بن گیا اور محبت، اتحاد، رواداری، اخوت، فراخ حوصلگی کی جگہ تکفیر بازی، افتراق، تنگ نظری وتعصب، خوف وہراس، جبر وتشدد اور بائیکاٹ نے لے لی تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چند گنتی کے خدام کس طرح علیحدگی پر مجبور کر دیئے گئے چنانچہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت مولینا محمد علی صاحب ایم اے جنہوں نے حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر اپنی تمام جوانی کی امنگوں کو خیر باد کہہ کر قادیان میں سلسلہ عالیہ کی اعلیٰ ترین خدمت کے کام انجام دیئے تھے، تن تنہا، بے یار و مددگار اور انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں لاہور آمقیم ہوئے۔ آپ کے پاس نہ کوئی دنیاوی سامان تھا، نہ کوئی جماعت البتہ دین کی خدمت کا مخلصانہ جذبہ اور اعلیٰ علمی صلاحیتوں کا خزانہ موجود تھا۔ یہ ایک ایسا انتہائی مخلصانہ وانقلابی اقدام تھا جو قادیانی نظام کی تکفیر بازی کے خلاف اٹھایا گیا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسے اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ قرار دیا تھا۔

لاہور میں دیگر مخلص خدام حضرت اقدس علیہ السلام پروانہ دار حضرت مولینا کے گرد جمع ہو گئے، مدت تک جھوٹی پیشگوئیاں شائع کی گئیں کہ یہ چند افراد ہیں۔ تھوڑے دنوں میں ختم ہو جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا، چند ہی برس میں ہی دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ ان انگلی پر گنے جانے والے اصحاب نے وہ خدمات انجام دیں کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ 11912 میں ووکنگ مشن قائم ہو چکا تھا۔ اس مشن کو چار چاند لگے اور لارڈ ہیڈلے و دیگر انگریز رؤسا کے قبول اسلام سے دنیا میں تبلیغ کی شاندار کامیابی کا غلغلہ بلند ہو گیا جس کی یاد ابھی تک دلوں میں تازہ ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

زندگی بخش بے نظیر علم الکلام

1917ء میں ایک اور انقلابی قدم بڑھایا گیا یعنی ترجمۃ القرآن وتفسیر انگریزی جس کی آرزو اور پیشگوئی حضرت اقدس علیہ السلام نے خود کی تھی شائع ہوا۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ ایک عالم میں اسلام کی صداقت وبرتری کا سکہ بیٹھ گیا اپنے اور پرائے سب نے یہ یقین کر لیا کہ فی الواقع فرقانی تعلیم ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کی رہبری کے لئے مکتفی ہے جس طرح اسلامی اصولوں کی فتح پہلے دور میں ہوئی عنقریب وہی غلبہ مقدر ہو چکا ہے اس کے بعد بیان القرآن (اردو ترجمہ و تفسیر) دی ریلیجن آف اسلام، فضل الباری، مینول آف حدیث، سیرت خیر البشر، خلافت راشدہ، محمد دی پرافٹ، اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی، لونگ تھاٹس، نیو والڈ آرڈر، النبوت فی الاسلام، ردِ تکفیر اہل قبلہ، ایسا نادر و بے مثل علم کلام کا خزینہ شائع ہوا۔ گویا حدیث شریف کے اس قول کی عملی تصدیق ہو گئی کہ مسیح موعود علیہ السلام خزانے تقسیم کرے گا مگر کوئی لینے والا نہ ہو گا۔ یہ ایسا نایاب وقیمتی لٹریچر تیار کیا گیا گویا نورِ اسلام کی شعاعوں کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا گیا۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئی کا پورا ہونا کہ ایسا ترجمہ جیسے آپ کی شاخ سے ہوگا دوسرے سے ہرگز نہ ہوگا

مولانا عبدالماجد صاحب انگریزی ترجمہ وتفسیر کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس کی افادیت سے انکار گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے اور یہ کہ اس کے باعث ہزار ہا غیر مسلموں کے اذہان اسلام کی نسبت صاف ہوگئے اور لکھوکھا مسلمانوں کے دلوں میں اسلام پر زندہ ایمان پیدا ہوگیا۔ حافظ غلام سرور صاحب اپنے دیباچہ ترجمۃ القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا کا یہ ترجمہ وتفسیر بے مثل و مانند ہے اور اس سے سے حضرت مولانا نے اپنے لئے زندگی جاوید پالی ہے۔

مسٹر مارمیڈیوک پکھتال انگریز نومسلم اور مترجم قرآن، ریلیجن آف اسلام کتاب پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں کسی شخص سے تجدید اسلام کے بارہ میں زیادہ طویل اور زیادہ قابل قدر خدمات انجام نہیں پائیں جس قدر حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہوئی ہیں نیز یہ کہ ان کی خدمات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو شاندار امتیازی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

1924ء میں سن فرانسسکو میں امریکن مشن جاری ہوا جس نے کم وبیش دس سال کام کیا۔ ہالینڈ مشن (ہیگ) میں زیر سرپرستی الحاج میاں محمد صاحب آف لائلپور 1950ء اسلامی مشن قائم ہوا۔ جو نہایت کامیابی سے کام کررہا ہے ان کے علاوہ اسلامی ممالک مثلاً انڈونیشیاء، ملایا، شیلانگ، جزائر عرب الہند میں بھی تبلیغی مشن قائم کئے گئے۔ حال ہی میں براعظم افریقہ میں تین مشن نائیجیریا اور گھانا میں کام کررہے ہیں۔ ان تمام مخلصانہ مساعی کا نتیجہ کیا نکلا؟

مغربی دنیا کا نقطہ نگاہ دین اسلام کے متعلق یکسر تبدیل ہوگیا۔ نہ صرف اس دین کے اصولوں کو معقول سمجھا جانے لگا بلکہ مغربی دنیا کے بہترین مفکرین یہ رائے ظاہر کرنے لگے کہ دین اسلام موجودہ تہذیب کی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں یہ مقبول ہو جائے۔ خود اسلامی دنیا پر اس نادرِ علم کلام کا اثر یہ ہوا کہ قریباً بیس پچیس زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے۔ مسلمان قوم کو مایوسی و ناامیدی کی فضاء فتح وغلبہ میں تبدیل ہوگئی اور دو نظریات یعنی سرمایہ داری واشتراکیت کے مقابل اسلامی نظریہ حیات پر ان کا ایمان زندہ ہوگیا ہے۔ ان میں بیداری وحرکت پیدا ہوگئی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ یہ کام خدائی مشیت سے تھا جس کی خبر اس نے اپنے ماموریِ زمانہ کو قبل ازیں دے دی تھی۔ چنانچہ ایک کشف میں حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھا کہ:

''ایک تفسیر قرآن ہے جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ علی کی تصنیف ہے اور اب علی یہ تفسیر تجھے دیتا ہے''۔

چنانچہ اسی کے مطابق حضرت مولانا محمد علی صاحب نے انگریزی و اردو تفاسیر کے دیباچوں میں تحریر کیا ہے کہ آپ کا یہ سب علم قرآن حضرت مرزا غلام احمد کے فیضِ تربیت کا نتیجہ ہے۔

اسی جگہ دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک تفسیر اور ترجمہ انگریزی میں کرا کے مغربی ممالک میں شائع کی جائے اور میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ جیسے مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور اس لئے مجھ میں داخل ہے ایسا ہرگز دوسرے سے نہ ہو سکے گا۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمۃ القرآن جس طرح مقبول ہوا دوسرے کسی ترجمہ کو ایسی مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ اس طرح حضرت اقدس مسیح موعود کی پیشگوئیاں دوبارہ مغرب میں غلبہ اسلام اور ترویج علم فرقان جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی سے پوری ہوئیں **الحمد اللہ علی ذالک**

اعلیٰ ترین اصول وعقائد پر قیام

یہ سوال ہے کہ یہ روحانی وایمانی زندگی جو جماعت احمدیہ لاہور کے مجاہدانہ اقدامات سے پیدا ہوئی بغیر تائیدایزدی ہوئی جب کہ کوئی دنیاوی سامان اس کی حمایت میں اسے میسر نہ تھا؟

خدائی قانون محکم ہے کہ بجز آسمانی تائید ایمانی زندگی وحرکت پیدا نہیں ہوسکتی۔ برصغیر میں ایک حصہ میں مسلمانوں کی حکومت کا قیام کیا انہی بنیادوں پر قائم نہیں ہوا۔ جن اصولوں کی اشاعت جماعت احمدیہ لاہور نے گذشتہ سالوں میں کی یعنی تکمیل دین وختم نبوت اتحاد بین المسلمین یعنی تکفیر بازی کے برخلاف جہاد فرقانی علوم کی ترویج اور دین کو جبر واکراہ سے منوانے کی مذمت، اسلام کی امتیازی خصوصیت کہ اس دین کی زندگی وتازگی کے لئے ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد مبعوث ہوتے رہیں گے۔ ایک ایسی جماعت کی تعمیر وترقی اور توسیع وغلبہ کی حاجت جو تعصّبات وتنگ نظریوں اور منافرت وتفرقہ بازیوں نیز پیر پرستانہ و غلامانہ ذہنیتوں سے بالاتر ہوکر اخلاق حسنہ اور زندہ ایمان کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہو۔ نیز اشاعت وتبلیغ کے جہادِ زمانہ میں منہمک ہو۔

جماعت احمدیہ لاہور کا وجود کرشمہ قدرتِ ربی ہے

یہ تھے وہ اصول وعقائد اور اعمال و اقدامات جو جماعت احمدیہ لاہور کے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے جاذب بنے اور اس جماعت نے انتہائی نامساعد حالات میں نہ صرف جنم لیا بلکہ بعد میں آنے والے واقعات بھی نہایت ناسازگار پیش آئے۔ بیرونی حوادث اور اندرونی اختلاف دونوں میں سے اس جماعت کو گذرنا پڑا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ پراگندہ مالی وانتشار کی حالت کے باوجود یہ جماعت اپنے اصلی دینی عزائم پر گامزن رہی اور انشاءاللہ رہے گی بلکہ اس کا یہ قدم اب پہلے سے بھی زیادہ تیز تر ہوتا جارہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ربّانی مامورِ و مصلح تھے اور آپ پر وحی ولایت نازل ہوتی تھی جو خطاو غلطی سے پاک ہے۔ چنانچہ اسی وحی نے تین چوتھائی صدی قبل اسی جماعت کے بارہ میں خوشخبری دے رکھی تھی۔ جو واقعات میں پوری ہوئی اور جس کی گواہی پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

’’لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں۔ مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا‘‘

اور ’’لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
وسوسہ پڑ گیا ہے پر مٹی نظیف ہے
وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی‘‘

کس روشن صفائی سے ان الہامات کی صداقت آج پچاس برس بعد بھی ظاہر ہورہی ہے کہ ایک منصف مزاج انسان کا دل حضرت اقدس علیہ السلام کے منجانب اللہ صادق ہونے پر لبریز ہوجاتا ہے۔ انہی دو الہامات کے ساتھ اس الہام کو بھی ملایا جائے جو صاف صاف جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق ہے ’’میں تمہارے خالص و پاک محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا اور ان کے احوال ونفوس میں برکت ڈالوں گا‘‘۔

اس الہام کے یہ الفاظ ’’میں تمہارے خالص و پاک محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا‘‘ خاص طور پر قابل غور ہیں کیونکہ جس طرح ’’لاہور میں ہمارے محبّ ہیں‘‘ کا جملہ ہے اسی طرح یہ جملہ بھی ہے ’’تمہارے خالص و پاک محبوں کے گروہ‘‘ نیز یہ پیش گوئی کی ہے کہ ابتداء میں خالص محبوں کا گروہ ہوگا مگر خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ایسے اسباب پیدا کرے گا کہ ان کی قلت کثرت میں بدل دی جائے گی۔ اور ان کے نفوس واموال میں برکت ڈالی جائے گی۔

حضرت امیر مرحوم مولٰینا صدرالدین
رحمۃ اللہ علیہ کے تاکیدی ارشادات

’’حضرت امام الزمان نے قوم کو زندہ رکھنے کے لئے جلسہ سالانہ کا اہتمام کیا وہ شخص جو حضرت کو امام مانتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ حضور کی آواز پر لبیک کہے آپ نے لکھا کہ اس اجتماع میں شریک ہونے کے بڑے فوائد ہیں۔ تمہارا رابطہ اور اتحاد بڑھے گا۔ المومن مرۃ المومن ۔ مومن دوسرے مومن ۔۔۔۔ کے لئے شیشے کا کام دیتا ہے کبھی اس کو دوسرے کے آئینہ میں اپنے نقص نظر آئیں تو ان کو دور کرتا ہے اور جو کوئی خوبیاں نظر آئیں ان پر پختہ ہوجاتا ہے اس طرح اپنی اصلاح کرتا اور ترقی کرتا ہے۔

حضرت امام الزمان نے بڑا زور دیا ہے کہ احباب جلسہ سالانہ پر جمع ہوں اس سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو حضرت کو امام برحق مانتے ہیں وہ مرد اور عورتیں آئندہ جلسہ سالانہ پر سب یہاں جمع ہوں اور بچوں کو ساتھ لائیں۔ تا کہ ان میں بھی وہ صفات حسنہ پیدا ہوں جو حضرت مجدد الزامن نے اس جماعت میں پیدا کی ہیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 25 نومبر 1966ء)

☆☆☆☆

قرآں کے گرد گھوموں........

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدّ امجد حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب 280 افراد پر مشتمل قافلہ لے کر عہد بابری کے دوران وسط ایشیاء کے علاقہ سمر قند سے ہجرت کر کے برصغیر میں داخل ہوئے اور ایک جنگل کو آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا۔ جو اسلام پور قاضی ماجھی سے ہوتا ہوا قادیان بن گیا۔ وہ گویا ایک باغ تھا جس میں حامیانِ دین اور جواں مرد آدمیوں کے صد ہا پودے پائے جاتے تھے۔ حضور کے پر دادا مرزا گل محمد صاحب کرامات تھے۔ قادیان کی خود مختار ریاست تقریباً پونے دوسو سال قائم رہی۔ اور اس میں قرآن مجید کا غیر معمولی چرچا رہا۔ جہاں کسی زمانہ میں سوسو حفاظ قرآن اور علماء وحکماء ہر وقت موجود رہتے تھے۔ مگر افسوس کہ جب سکھ اس عدیم النظیر خطہ پر قابض ہو گئے۔ عالیشان مسجدیں یا تو مسمار کر دی گئیں یا دھرم سالہ میں بدل دی گئیں۔ قادیان کا مرکزی اسلامی کتب خانہ جس میں قرآن شریف کے 500 قلمی نسخے تھے نہایت بے ادبی سے جلا دیا گیا اور اسلامی یادگاروں کے بہت سے آثار تک معدوم کر دئے گئے''۔

(کتاب البریہ صفحہ 162 تا 175)

مگر یہی وہ دبی ہوئی چنگاری تھی جس سے قرآن کے شعلہ جوالہ نے جنم لینا تھا۔ جو خدا اور رسول کریم صلعم کی محبت سے سرشار تھا۔ اور اسی کے طفیل قرآن سے وہ بے پناہ عشق کیا جس کی کوئی نظیر گذشتہ صدیوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشہور شعر ہے:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب چشمۂ معرفت کے صفحہ نمبر 64 میں فرماتے ہیں:

۔۔۔۔''میں بھی ایک عاشق ہوں''۔۔۔۔۔

''خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزار ہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں''۔

(ضمیمہ چشمۂ معرفت صفحہ 64)

میری دستاویز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام 2 اکتوبر 1891ء کو دہلی کے بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو میں قیام فرما تھے۔ اس روز آپ نے ایک اشتہار عام دیا جس میں تحریر فرمایا: ''وہی رسول کریم صلعم میرا مقتدا ہے اور وہی قرآن شریف میرا ہادی ہے اور میرا پیارا اور میری دستاویز ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 231، 232)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عشق محض محبوبانہ نہیں تھا کہ صرف قرآن شریف کو دیکھ کر اس کے حسن کے گھائل ہو گئے بلکہ عارفانہ تھا کہ ایک وسیع وعریض مطالعہ کے بعد آپ کے دل نے اس کی عظمتوں کی گواہی دی۔

۔۔۔۔۔۔وسیع مطالعہ کے بعد گواہی۔۔۔۔۔۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی مبارک زندگی کے آخری لحہ تک ڈنکے کی چوٹ پر اس صداقت کی دنیا بھر میں منادی فرمائی کہ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گذرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو، قرآن شریف کے بیان

کے ہم پہلو نہیں پایا‘‘(پیغام صلح طبع اول صفحہ 62)

اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق قرآن کے بے شمار پہلوؤں میں صرف ایک یعنی تلاوت قرآن اور تدبر قرآن سے متعلق چند سچی گواہیاں پیش کرنی مقصود ہیں۔

آپ کا خمیر محبت قرآن سے اٹھایا گیا تھا اس لئے آپ بچپن ہی سے دن رات قرآن شریف پڑھتے۔ اس پر تدبر کرتے اور اس کے حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے۔

آپ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی روایت ہے کہ کبھی حضور کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب مجھے بلاتے اور دریافت کرتے کہ ’’سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے‘‘ میں کہتا کہ قرآن دیکھتے ہیں اس پر وہ کہتے کہ کبھی سانس بھی لیتا ہے۔ پھر پوچھتے کہ رات کو سوتا بھی ہے؟ میں جواب دیتا کہ ہاں سوتے بھی ہیں اور اٹھ کر نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اس پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اس نے سارے تعلقات چھوڑ دیئے ہیں۔ میں اوروں سے کام لیتا ہوں دوسرا بھائی کیسا لائق ہے مگر وہ معذور ہے‘‘(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 65)

صبح کی تلاوت

حضرت مرزا دین محمد صاحب لنگر وال فرماتے ہیں:

’’میں اپنے بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتا آیا ہوں اور سب سے پہلے میں نے آپ کو مرزا غلام مرتضٰی کی زندگی میں دیکھا تھا۔ جبکہ میں بالکل بچہ تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور پھر ایک بجے کے قریب تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ تہجد پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہتے تھے پھر جب صبح کی نداہوتی تو سنتیں گھر میں پڑھ کر نماز کے لئے بیت الذکر میں جاتے‘‘(سیرت مہدی جلد 3 صفحہ 20)

پھر فرماتے ہیں’’ آپ بیت الذکر میں فرض نماز ادا کرتے۔ سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ سو جاتے تھے اور نصف رات کے بعد آپ جاگ پڑتے اور نفل ادا کرتے اس کے بعد قرآن مجید پڑھتے۔ مٹی کا دیا جلا کر تلاوت کرتے جو فجر کی نماز تک ہوتی‘‘(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 121)

۔۔۔۔۔۔لالہ ملاوامل کی گواہی۔۔۔۔۔۔

آپ کو قرآن سے بھی خاص عشق تھا۔ آپ ہمیشہ رات دو تین بجے اٹھتے اور نماز شروع کر دیتے۔ بہت اطمینان سے قرآن شریف پڑھتے پھر صبح کی نماز پڑھتے اس کے بعد تھوڑی دیر سو لیتے۔ اس سونے کو آپ نوری ٹھونکا کہتے۔ اس کے بعد سیر کو جاتے اور سیر میں بھی دینی باتوں میں مصروف رہتے‘‘۔

حکیم محمد زاہد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوٹ فرماتے ہیں:

’’آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم فرماتے عموماً ایک سپارہ روزانہ کبھی کبھی ایک منزل بھی تلاوت فرماتے تھے‘‘**(قرآن کریم کو سات حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو منزل کہتے ہیں)**۔

حضرت اماں جان فرماتی ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی مغرب کی نماز گھر پر پڑھاتے تو اکثر سورۃ یوسف کی وہ آیات پڑھتے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ۔ جب آپ بوجہ بیماری مسجد میں تشریف نہ لے جاسکتے تو گھر میں باجماعت نماز ادا فرماتے اور عشاء کی نماز میں قریباً بلا ناغہ سورۃ یوسف کی یہ آیات کہ بل سولت لکم سے لے کر ارحم الرحمین تک کی آیات آپ اس قدر دردناک لہجہ میں تلاوت فرماتے کہ دل بے تاب ہو جاتا۔

حضرت حافظ حامد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضور نماز میں اھد نا الصراط المستقیم کا بہت تکرار کرتے تھے۔ بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاج اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے اور بار بار روتے ہوئے اپنی مطلوبہ چیز کو دوہرائے۔ عموماً پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھا کرتے تھے۔ سجدہ کو بہت لمبا کرتے اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا کہ اس گریہ زاری میں آپ بہہ کر پگھل جائیں گے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

’’1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گذارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت کر کے آخر شب

جماعتی سرگرمیوں کی ایک جھلک
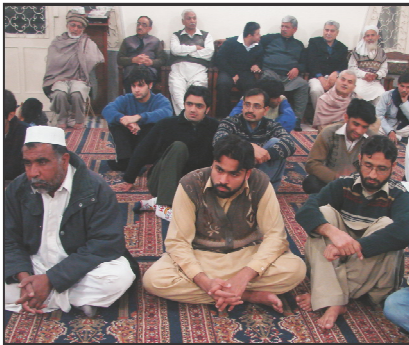
تربیتی کورس 2011ء کی تصویری جھلکیاں ﴿کلاسوں کے مناظر﴾

عیدالفطر کے مناظر
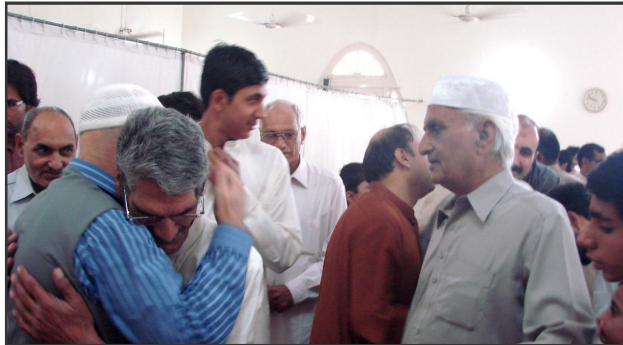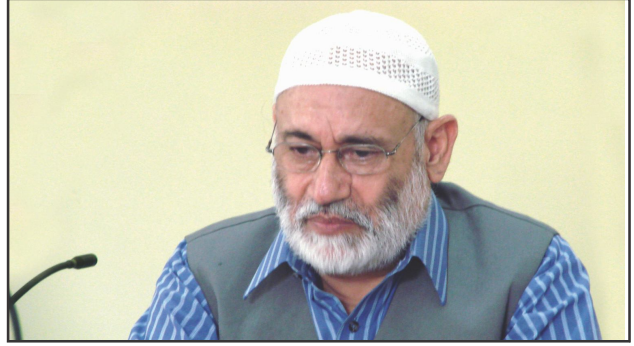
انٹرنیشنل کنونشن میں اجلاس کا ایک منظر
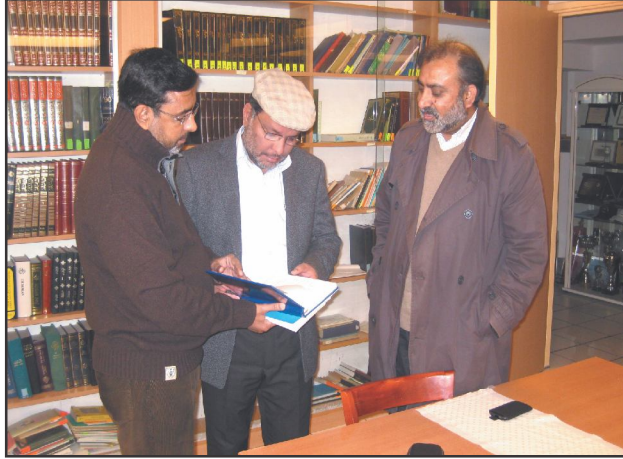
جنرل سیکرٹری عامر عزیز صاحب کا دورہ ہالینڈ، سرینا، ٹرینیڈاڈ اور گیانا کی تصویری جھلکیاں

میں ادا فرماتے جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے۔ دوسری میں سورۃ اخلاص رکوع سجود میں یا حی ویا قیوم برحمتک استغیث اکثر پڑھتے۔ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں۔آپ کے قرآن پڑھنے کے کئی طریق تھے بعض اوقات آپ قرآن کو اس نیت سے پڑھتے جب آپ نے کوئی مضمون لکھنا ہوتا۔اس کا رنگ بالکل الگ تھا۔بعض اوقات قرآن کی تلاوت اللہ سے محبت اور عشق کی کیفیت میں کرتے تھے اور یہ عموماً آپ تہجد میں کرتے۔ آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس کیفیت کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میں یہی ہے

آپ بڑے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شائد دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو''۔

شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن صاحب (استاد علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحب پہلے محلّہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے، عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع وخصوع سے تلاوت کرتے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل مصنف ''حیات طیبہ'' کی گواہی

حضرت صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ جب کچہری سے تشریف لاتے تھے تو دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دروازہ کو پیچھے مڑ کر بند نہیں کرتے تھے بلکہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی دونوں ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر لیتے تھے۔ گھر میں سوائے قرآن مجید پڑھنے اور نمازوں میں لمبے لمبے سجدے کرنے کے آپ کا کوئی اور کام نہ تھا۔ بعض آیات لکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا کرتے تھے پھر ان پر غور کرتے رہتے تھے (حیات طیبہ صفحہ 20)

اس تلاوت اور پُر غور مطالعہ نے آپ کے اندر قرآن مجید کی صداقت اور عظمت کے اظہار کے لئے ایک جوش پیدا کر دیا تھا۔ جو علم کلام آپ کو دیا گیا اس کی نظیر پہلوں میں نہیں ملتی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں: ''اور لوگ تو کوئی مضمون لکھیں تو مختلف کتابیں دیکھتے اور ادھر ادھر سے اپنے مطلب کی باتیں اخذ کر کے مضمون لکھتے ہیں اور کبھی قرآن مجید کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔لیکن حضرت صاحب مقدم طور پر قرآن شریف کو پڑھتے اور خوب غور وخوض فرماتے ہیں پھر لکھتے ہیں کہ یعنی آپ نے جو کچھ لکھا وہ قرآن ہی کے مطالب بیان کئے۔اگرچہ سارے قرآن شریف سے آپ کو تعلق تھا لیکن بالخصوص سورۃ فاتحہ کے ساتھ آپ کو بہت تعلق تھا۔کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں سورۃ فاتحہ سے کچھ نہ کچھ استدلال کر کے پیش نہ کیا ہوا۔ اعجاز المسیح نام ایک کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں عربی زبان میں لکھی۔ایسا ہی براہین احمدیہ میں بھی ایک حصہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر پر صرف فرما''۔

تفہیم قرآن کے لئے دعا

سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران جب کچہری سے فارغ ہو کر واپس اپنی قیام گاہ پر آتے تو دروازہ بند کر لیتے اور قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔آپ کے اس طریق مبارک سے بعض لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ ٹوہ لگانا چاہیے کہ دروازہ بند کر کے آپ کرتے کیا ہیں؟ آخر ایک دن ''سراغ رساں'' گروہ نے آپ کی خفیہ سازش کو بھانپ لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ مصلّٰی پر رونق افروز ہیں۔قرآن مجید ہاتھ میں ہے اور نہایت عاجزی اور رقت اور الحاج وزاری اور کرب و بلا سے دعا کر رہے ہیں کہ ''یا اللہ تیرا کام ہے مجھے تو تو ہی سمجھائے گا تو سمجھ سکتا ہوں''

حضرت پیر سراج الحق نعمانی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے حضرت مولانا نور الدین صاحب سے قرآن پڑھنے اور ان کے درس میں بیٹھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے بلکہ خود بھی مجھے پڑھاتے اور اس کے مطالب

سمجھاتے تھے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سلسلہ احمدیہ کے ایک صاحب کشف والہام اور عالی پایہ بزرگ تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ کو ہمارے والدین سے بہت محبت تھی۔ خصوصاً والدہ صاحبہ کے ساتھ اس قدر احترام تھا کہ والدہ صاحبہ کی خاطر قرآن مجید کا درس عورتوں میں جاری کیا۔ اور پہلا درس آپ نے خود دیا۔ پھر آپ نے خلیفہ اوّل اور مولوی عبدالکریم کو بلا کر کہا کہ والدہ عبدالرزاق رعیہ سے تشریف لائی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کی خاطر عورتوں میں قرآن کا درس جاری کیا جائے چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب نے درس دیتے ہوئے یوں تمہید باندھی اور کہا کہ میں سید عبد الستار شاہ کی اہلیہ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تحریک ڈالی ہے اور عورتوں میں درس جاری کرنے کا انہیں سبب بنایا ہے۔ کاش کہ قادیان کی عورتیں اپنے اندر وہ خوبی رکھتیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے متعلق یہ احساس پیدا ہوتا اور انہیں یہ عزت حاصل ہوتی جو ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ کو عزت حاصل ہوئی ہے''۔

آپ اچھی قرات کو بہت پسند فرماتے۔ ایک بار کسی نے سیالکوٹ سے ایک شخص کے متعلق بتایا کہ وہ قرآن مجید بڑی خوش الحانی سے پڑھتا ہے۔ آپ نے اسی وقت اس کی قرات سنی اور بہت پسند فرمائی۔ پھر اسے اپنے پاس رہنے کے لئے خواہش کی۔ اس نے کہا کہ مرزا جی مجھ سے کوئی کام تو نہیں ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا کام تم نے کیا کرنا ہے ہم اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور آپ قرآن کریم یاد کر لیا کرنا۔

ایک منفرد تفسیر کی خواہش

چشمہ معرفت صفحہ 103 پر آپ فرماتے ہیں: ''اگر خدا نے چاہا اور زندگی نے وفا کی تو میرا ارادہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک تفسیر لکھ کر علم الابدان اور علم الادیان جو قرآن مجید میں موجود ہیں ان کے جسمانی اور روحانی تطابق کو دکھائیں۔

عاشقان قرآن کا اعتراف

حضور کی تمام کتب ہی نور قرآن سے بھرپور ہیں مگر ان میں براہین احمدیہ کا ایک خاص مقام ہے۔ 1880ء میں آپ نے قرآن مجید کی حقانیت کے ثبوت میں براہین احمدیہ (اوّل) جیسی معرکتہ الآرا کتاب شائع فرمائی۔ مولانا محمد شریف صاحب ایڈیٹر منشور محمدی بنگلور نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ''ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ مصنف نے صداقت اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت آخر الزماں حق ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کی گواہی

''حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عزوجل کی عبادت میں گذارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دین اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر ہمت باندھی کہ ملکہ زماں لندن کو بھی دین محمدی قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ روس، فرانس، اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی دین اسلام کا پیغام بھیجا ہے''

(اشارات فریدی جلد 3 صفحہ 69)

اتحاد بین المسلمین

جماعت احمدیہ لاہور کا امتیازی کردار

از قلم الحاج حافظ محمد حسین چیمہ (گجرات)

مذاہب عالم میں اسلام نے اتحاد بین الناس و بین الاقوام قائم کرنے میں ایسا کردار ادا کیا ہے جو پہلے کسی مذہب نے نہیں کیا اور نہ کرسکتا ہے۔ اسلام کا پیغمبر اس وقت دنیا میں مبعوث ہوا۔ جب قدرت نے انسانوں کو ملانے کے سامان مہیا کردینے کے منصوبے تیار کررکھے تھے۔ اطراف عالم کی مسافتیں، آمد ورفت کے لاتعداد ذرائع موجود ہوجانے کی وجہ سے قطع ہونے والی تھیں۔ اور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے ملک میں ہوئی جہاں ایک ہی قسم کے مختلف قبائل باہم دست وگریبان تھے۔ نہ وہاں تہذیب وتمدن تھے اور نہ کوئی منظم سیاست اور حکومت کا تصور پایا جاتا تھا۔ جس طرح معیشت و معاشرت میں اضطراب تھا اس طرح ان کے عقائد اور نظریات میں بھی اختلال تھا ایسے ملک کو ایک ایسے نظریہ کے لئے بطور تجربہ گاہ چنا گیا جو انتہائی ذلت میں گرا پڑا تھا۔ ایسے لوگوں کے سامنے ایسے واضح سہل الفہم اور سریع الاثر اصول بیان کئے گئے جو حد درجہ کی گری ہوئی انسانی فطرت کو اس طرح اپیل کرگئے کہ وہ چند سالوں میں دنیا کے رہبر و راہنما بن گئے۔

وحدت نسل انسانی

وہ اصول کیا تھے؟ قرآن اس کو خود بیان کرتا ہے اسے کسی وکیل یا مددگار کی ضرورت نہیں۔ وہ ارشاد ربانی یہ ہیں۔ یعنی ''یہ جماعت تمہاری ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ سو میری عبادت کرو اور انہوں نے اپنے معاملہ کو آپس میں ٹکڑے کردیا سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں''۔

اور آگے چل کر اسی طرح سورۃ مومنون میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور کہ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو میرا تقویٰ کرو۔ پھر انہوں نے اپنے معاملہ کو آپس میں قطع کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ سب گروہ اس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہیں''۔

(مومنون آیت ۵۲، ۵۳)

اور پھر یوں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اور اللہ کے جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں کے حقوق کو نگہداشت کرو بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے''۔

(سورۃ النساء آیت ۱)

اور اس حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''وہی ہے (اللہ پاک) جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سونپا جانے کی جگہ یقیناً ہم نے باتیں ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردی ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں'' (سورۃ انعام آیت ۹۹)

مساوات نسل انسانی

اور تمام انسانوں کو خلقت مٹی سے بیان کرکے تمام انسانیت کو ایک سطح پر لاکھڑا کیا، یہاں تک کہ مرد اور عورت کے امتیازات مٹا کر ہر دو اصناف میں مساوات پیدا کردی۔ اور یوں فرمایا:

ترجمہ: ''اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی میں سے پیدا کیا اور پھر دیکھو تم انسان بن کر (اپنی حاجات کے لئے) پھیل جاتے ہو۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے بیبیاں پیدا کیں تا کہ تم

ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم قائم کیا۔ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر (اور غور) کرتے ہیں۔ (سورۃ روم آیت ۲۱،۲۲)۔

اگر اعتقادات صحیح ہیں اور ایک خدا کی پرستش کرنے پر جمع ہو گئے ہیں اور اعمال صالح سرزد ہو رہے ہیں تو انسانوں کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔ اور یہ بھی انسانوں کے اندر مساوات کی ایک دلیل ہے کیسے واضح الفاظ میں ارشاد الٰہی سورۃ البقرہ میں مذکور ہے:

یعنی ''کہہ کیا تم اللہ کے بارہ میں ہم سے جھگڑتے ہو اور وہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے عمل تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں اور ہم اسی کے لئے اخلاص رکھنے والے ہیں''۔ البقرہ آیت ۱۳۹)

روحانی فیضان ہی عالمگیر رہا

قرآن نے ازاں بعد انسانیت کو یہ پیغام دیا ہے کہ دنیا کے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں ہادی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نعمائے روحانی سے کوئی قوم محروم نہیں رہی اور ہر قوم کو ان کے حالات کے مناسب ان کے طریق عبادت و مناسک سکھائے جاتے رہے۔

چنانچہ حسب ذیل ارشادت قرآنی اس پر واضح ہیں:

یعنی ''ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا۔ (سورۃ فاطر آیت ۲۴)

اس سے آگے سورۃ الرعد میں بھی اس آیت متذکرہ بالا کے مطابق ارشاد ہے: ''یعنی تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے راہ دکھانے والا (آیا)۔ بلکہ اس قسم کا حکم سورۃ النحل میں ہی مذکور ہے: ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو''۔

یعنی ہر ایک قوم کے لئے ہم نے عبادت کا طریق مقرر کیا جس پر وہ چلیں پس تجھ سے اس امر میں تنازع نہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف بلا یقیناً تو سیدھی راہ پر ہے''۔ (حج آیت ۶۷)

اور قرآن ہی ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ نوع انسان میں ہر ایک شخص اختلاف عقائد کے باوجود نیک اور بُرے اعمال کے نتائج بھگتے گا۔ وہ فرمان یہ ہے

یعنی ''تو جو کوئی ایک ذرہ وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا۔ اور جو کوئی ایک ذرہ وزن کے برابر ہی بدی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا''۔

(سورۃ الزلزال آیت ۷،۸)

انسانوں کے دو ہی طبقے ہی نیک اور بد یہ تقسیم ان کے اعمال کے وجہ سے کی گئی ہے ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ اس میں بھی کسی طبقہ کو کسی طبقہ پر فوقیت نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''اور اگر تجھے جھٹلائیں تو کہو میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو، جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس عمل سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو''۔

اور یہی مضمون زیادہ وضاحت کے ساتھ حسب ذیل طریق پر ادا کیا گیا ہے

ترجمہ: ''سو اس کے لئے تو بلا اور سیدھی راہ پر لگا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر۔ اور کہو میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب سے اتارا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں۔ اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں جمع کرے گا۔ اور اسی کی طرف انجام کار پھر کر آتا ہے''۔ (سورۃ المشوریٰ آیت ۱۵)

سرمایہ داری اور نسلی امتیاز

اور جو لوگ سرمایہ داری اور نسلی امتیاز اور قبائلی عظمت کی بنا پر اپنی فضیلت کا ادعا رکھتے ہیں ان کا یوں نقشہ کھینچا گیا ہے۔

تو اس کی قوم کے سرداروں نے جنھوں نے کفر کیا۔ کہا کہ ہم تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی سوائے ان لوگوں کے کسی نے کی ہو۔ جو ہم میں سے رذیل ہیں (اور وہ بھی) سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ تمہیں جھوٹے یقین کرتے ہو''

اور اس کو یہ جواب قرآن کریم نے دیا ہے۔

اور اے میری قوم میں اس کے بدلے تم سے مال نہیں مانگتا میرا اجر صرف اللہ پر ہے اور میں انہیں نکال نہیں سکتا۔ جو ایمان لائے ہیں وہ یقیناً اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تمہیں ایسی قوم دیکھتا ہوں جو جاہل ہو'' (سورۃ ھود آیت ۲۹)

اور اس طبقہ کو جسے رذیل سمجھا جاتا ہے قرآن نے ان کی یوں عزت افزائی کی ہے:

''اے میری قوم کوان اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کرسکتا ہے۔اگر میں انہیں نکال دوں تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے''۔

اس سے اگلی آیت کریمہ میں بڑی وضاحت سے حقیر دکھائی دینے والوں کی عظمت کوکھول کر بیان فرمایا ہے۔

''میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی غیب جانتا ہوں،اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں،اور نہ میں ان کی نسبت جنہیں تمہاری نظریں حقیر دیکھتی ہیں کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی نہیں دے گا۔اللہ خوب جانتا ہے جوان کے دلوں میں ہے اس صورت میں بیشک میں ظالموں میں سے ہوں گا''۔

اور انہی لوگوں کی شان جو حق وصداقت کے سامنے سر جھکاتے ہیں خواہ انہیں دنیا کے آرائش اور زیبائش کے سامان مہیا نہ ہی ہوں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اور اپنے آپ کوان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کو چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے ہٹا کر (اور طرف) نہ دوڑا (کہ) تو دنیا کی آرائش کا ارادہ کرے اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ گیا گزرا ہے''(سورۃ الکعف آیت ۲۸)

آزادی رائے اور آزادی مذہب

آزادی رائے اور آزادی مذہب کے بارہ میں قرآن نے بڑے زوردار الفاظ میں اعلان کرر کھے ہیں اس میں نسل و رنگ کی تمیز روا نہیں رکھی اور انفرادیت کی عظمت کو برقرار رکھا۔

یعنی دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں، ہدایت کی (راہ) گمراہی سے واضح ہو چکی ہے''۔

اور یہ جانتے اور منواتے ہوئے بھی کہ قرآن رب العزت کی طرف سے نازل ہوا ہے انسان کواس کے قبول کرنے کی بڑی آزادی دی ہے۔جیسا کہ فرمایا :''اور کہو حق تمہارے رب کی طرف سے (آگیا) ہے سو جو کوئی چاہے ایمان لائے، اور جو چاہے کفر کرے۔(الکہف آیت ۲۹)

اور قرآن کریم کے آخیر میں دشمنان اسلام کو کھلے الفاظ میں یوں مخاطب فرمایا:'' کہہ دے پیغمبر، اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عزت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں کبھی اس کی عبادت کرنے والا ہوا جس کی تم عبادت کرنے والے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

پس دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے نسل انسانی کی وحدت کا اعلان کیا۔اور اس میں مساوات اور یک رنگی پیدا کی۔اور نوع انسانی کی آزادی رائے کا چارٹر بخشا۔

باایں ہمہ اہل دنیا کی ناشکر گذاری، حق ناشناسی، اور ناانصافی کا یہ عالم ہے کہ اسلام ہی کو تعصب اور عدم رواداری کے لئے متہم کیا جاتا ہے حالانکہ دوسرے مذاہب کی یہ کیفیت ہے کہ عیسائی تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو مسیح کی الوہیت اور کفارہ مسیح پر ایمان نہ رکھے وہ دائمی جہنم میں جلتا رہے گا۔اسرائیلی غیر اسرائیلی کو مستحق نجات نہیں سمجھتا۔ہندومت کسی غیر ہندو کو ملیچھ یا شودر سمجھتا ہے۔اسی طرح دوسرے مذاہب بھی یہی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ صرف حق پر ہیں اور غیر سب ناحق پر ہیں۔

اخوت کی بنیاد

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام کے اصول اور اس کی تعلیم نے بڑائی اور بزرگی کی فضیلت اہل تقویٰ کو عطا فرمائی ہے۔خواہ وہ کسی قوم سے ہو یا کسی ملک کا باشندہ ہو، کالا ہو یا گورا ہو، عربی ہو یا عجمی، احمر ہو یا اسود ہو، غریب ہو یا امیر ہو، راجہ ہو یا پرجا ہو، اس آیت شریفہ نے اخوت کی ایسی بنیاد قائم کی ہے جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں کرسکتا۔

''اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں، اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے متقی ہے۔اللہ جاننے والا خبردار ہے''۔

علماء اسلام کا کردار

افسوس! کہ اسلام تمام انسانیت کو متحد کرنے آیا تھا مگر خود فرقوں میں بٹ گیا۔اور ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کاذب و کافر سمجھنے لگا۔معمولی اور فروعی اختلاف کی بناء پر ہمارے علماء مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے لگے۔

مجدد وقت کا مصلحانہ روّیہ

تا آنکہ اس زمانے میں ایک عظیم الشان مجدد کی بعثت ہوئی۔ اور اس نے ایک ایسی تحریک چلائی جس کا زرّین اصول یہ ہے کہ اسلام کے تمام فرقے اور جماعتیں جو ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔ دائرہ اسلام ہی کے اندر رہ کر ایک دوسرے سے فہم و تفہیم سے مسائل کا تصفیہ کر سکتے ہیں اور اختلاف رائے کے باوجود مسلمان ہی ہیں بالفاظ دیگر کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا۔

درحقیقت احمدیت ہی اسلام کی صحیح تعبیر ہے۔ جب اسلام اصولی اختلافات کے باوجود، تمام آسمانی کتابوں اور مذاہب عالم کا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونا تسلیم کرتا ہے تو وہ خود مسلمانوں کے متعلق یہ تعلیم نہیں دے سکتا تھا کہ محض فروعی اختلافات کی بنا پر کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے۔

چنانچہ احمدیت نے یہ تعلیم دی کہ اختلافات کو حل کرنے میں قرآن کریم کو سب پر فضیلت ہے چونکہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا کہیں بھی موجود نہیں جو قرآن پاک کا منکر ہو۔ پس احمدیت نے قرآن کریم پر جمع ہونے کی سب کو دعوت اور تعلیم دی۔ اور لوگوں تلقین کی۔ دوسرا یہ اصول بنایا کہ قرآن کریم کی صحیح تشریح اور توضیح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا۔ پس قرآنی تعلیمات کی جو تعبیر احادیث صحیحہ سے ہو جائے وہی اصل تفسیر ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس کا مضمون قرآن کریم سے متضاد نظر آئے تو پھر حدیث کی تاویل کرنی ہوگی۔ قرآن سے اس کی تطبیق ہو سکے تو وہ قبولیت کی سند حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن اگر ایسی تعبیر نہ ہو سکے تو اس حدیث کو ناقابل قبول سمجھا جائے۔

اور اگر ایسا کوئی امر درپیش ہو، جس کی صراحت و قرآن میں موجود ہو اور نہ احادیث میں تو اس صورت میں مقدبین کی رائے کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا اور اس اجتہاد میں مقدبین کی رائے کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ احمدیت مقلد اور غیر مقلد کی بحث میں نہیں پڑتی۔ اور نہ ہی آئمہ فقہ کے باہمی اختلافات کو اہمیت دیتی ہے۔ بس وہ تبلیغ اشاعت اسلام کی داعی ہے اور اصول قرآن کی مناد ہے وہ غیر مسلم دنیا میں خدا کے جلال و عظمت کو قائم کر رہی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت میں کرۂ ارض کی تمام انسانیت کو لانا چاہتی ہے۔ اسی لئے وہ بار بار یہ اعلان کرتی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ متحد اور متفق ہو کر فریضہ تبلیغ ادا کریں۔ اور آپس میں اختلاف اور انشقاق کی خلیج کو وسیع کرنے کی بجائے تمام دنیائے اسلام میں محبت اور یگانگت پیدا کریں اور احمدیت نے بار بار قرآن کریم کی آیات اور مضامین کو اپنے لٹریچر میں نمایاں طور پر شائع کیا۔

الغرض ہم اسلام کے باشعور طبقہ علمائے دین و مفتیان شرع متین کی خدمت میں مودبانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی اتحاد اور اتفاق پر مبنی تعلیمات کو عام کریں اور خود ان پر عمل پیرا ہوں۔

کیا یہ قرآن کریم کی آیت نہیں ہے:

ترجمہ: ''اور جو تمہیں اسلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں یعنی ہمیں کسی کے اعمال کی پڑتال کرنے یا عقائد کا تجزیہ کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی شخص اسلام علیکم کہہ کر خود کو اسلامی اخوت میں شامل کرتا ہے تو ہم اسے اس اسلامی جماعت سے خارج نہیں کر سکتے اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت اس قدر کافی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو اسلام علیکم کہے۔ عبداللہ بن ابی منافق تھا۔ لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ لڑائیوں میں بھی مجاہدین کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ مگر بظاہر وہ خود کو مسلمان کہتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آخیر تک مسلمان ہی سمجھا۔ احمدیت نے بار بار حضور کے ارشادات لوگوں کو بتائے اور اس حدیث کی بھی خوب اشاعت کی ہے کہ لاتکفر اھل قبلتک یعنی اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔

تکفیر بازی سے قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور احمدیت نے حضور صلعم کا یہ ارشاد بھی اپنے رسالوں، اخباروں، جریدوں اور صحیفوں میں بار بار شائع کیا اور اپنے پلیٹ فارم پر بھی اسے بارہا دفعہ دہرایا کہ اختلاف امتی رحمة یعنی میری امت کا (استخراجی اور فروعی) مسائل میں اختلاف رائے ایک رحمت ہے اور حضور کا یہ بھی مشہور ارشاد ہے:

''یعنی جو ہماری طرح کی نمازیں پڑھتا اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتا اور اہل قبلہ ہے وہ مسلمان ہے''۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے 1891ء میں تکفیر کے خلاف یوں آواز اٹھائی:

'' واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانے میں آئے تھے جب کہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے

تھے۔سو آنحضرت صلعم نے اس امت کو بشارت دی تھی کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا اور اگر ننانویں (99) وجوہ اسلام کی موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔تو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائے گی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی اور وہ اسلامی فضیلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پر ہوتی ہے بکلی تم میں سے دور ہو جائے گی اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھ لے گا کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائے گا اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش کرے گا۔(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۹،۵۹)

افسوس کہ احمدیت کے دوسرے (ربوی) گروہ نے احمدیت کی ان تمام مساعی پر پانی پھیر دیا اور مسلمانان عالم کو بیک جنبش قلم دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ یہ ایک اتنا ظلم ہے جس سے یہ تحریک لوگوں کی نظروں میں داغدار ہوگئی اور لوگوں میں نفرت اور عناد کے جذبات پیدا ہو گئے۔الحمداللہ کہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے احمدیت کو قائم رکھنے کے لئے لاہور میں ایک علیحدہ مرکز قائم کیا۔اور وہاں سے بڑے زور سے اتحاد بین المسلمین کی ایک انقلابی اور حیات پرور تحریک اٹھائی اور مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی ایسے لیجے پر سعی فرمائی کہ اہل علم اور اہل شعور طبقہ اس سے خوب متاثر ہوا اور مکفرین کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں۔احمدیت کی اس شاخ کا یہ کردار ایسا نمایاں اور عظیم الشان کردار ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھولے گی۔ ہاں جس طرح اسلام اپنی رواداری اور وسعت نظر اور فراخ حوصلگی اور فراخ ظرفی کے باوجود، دشمنوں کے دلوں میں کھٹکتا ہے۔اسی طرح لاہوری احمدی بھی بعض علماء کے زیر عتاب ہیں۔

مگر ہمیں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور اتحاد بین المسلمین کا کام جاری رکھنا چاہیے۔اگر یہ اتحاد نہ رہا تو اسلام کو بہت ضعف پہنچے گا۔

ہم اپنے ربوی غالی بھائیوں کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں اور ان سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ تکفیر بازی کے ظلم سے باز آجائیں۔

☆☆☆☆

درخواست دعا

انڈیا:

ڈاکٹر ترین صاحب جو کافی عرصہ سے علیل ہیں۔احباب وخواتین جماعت سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

پاکستان(لاہور)

محترم اختر اقبال بھٹہ صاحب جن کا حال ہی میں بائی پاس کا کامیاب آپریشن ہوا ہے مزید صحت وتندرستی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

محترم جمیل الرحمٰن صاحب (کارکن انجمن) جو کچھ عرصہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ان کے اہل خانہ کی احباب وخواتین جماعت سے درخواست ہے کہ ان کے لئے خصوصی طور پر اپنی نمازوں میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت یاب کرے۔

انتقال پُر ملال

لاہور:

احباب وخواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ لاہور میں ہمارے مخلص بزرگ میاں فضل کریم صاحب جو کافی عرصہ سے علیل تھے مورخہ 8 دسمبر 2011ء بروز جمعرات اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحوم کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ ہمیں اس حادثہ پر سوگواران اور دیگر خاندان کے ممبران سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق دے۔مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد میں دین کی خدمت کے جذبہ کو قائم رکھے۔آمین

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

حدیث شریف

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے کون کون سے گناہ ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم فرمایئے حضور صلعم نے فرمایا کہ خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔ آنحضرت صلعم بار بار یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ شاید آپ خاموش نہ ہوں گے (بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے خواہ وہ ایک سبز مسواک کے متعلق ہی ہو وہ خود اپنی جگہ دوزخ میں بناتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی بات کو ترک نہ کرے اور اس پر عمل کرے خدا اس کے روٹی اور پانی ترک کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ (بخاری)۔ مطلب یہ ہے کہ روزہ کا ثواب بھی اسی وقت ملتا ہے جب زبان کو بُری باتوں سے بچایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم دے دریافت کیا گیا کہ غیبت کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہے جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے عرض کیا جو بات میں کہوں اگر یہ سچی ہو تو بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگر وہ بات سچی ہو تو وہ غیبت ہے اور اگر سچی نہ ہو تو بہتان ہے جو تم نے اپنے بھائی پر باندھا (ابوداؤد)

☆☆☆☆

تہذیب

دنیا میں جن قوموں کی عزت ہے وہ ان کے مہذب ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ مہذب وہ ہوتا ہے جس کا لہجہ اور زبان شائستہ ہو۔ بڑوں کی عزت کرتا ہو۔ عورتوں اور بچوں کا خیال رکھتا ہو۔ انسان دوست ہو اور جس میں خود غرضی نہ ہو۔

خوامخواہ غصہ دکھانا، چیخ چیخ کر بولنا، لڑائی جھگڑا اور شوروغل کرنا، منہ سے برے الفاظ نکالنا، بے صبری دکھانا، لوگوں کو دھکے وغیرہ دے کر اپنا کام پہلے کروانے کی کوشش کرنا، دعوتوں وغیرہ میں پلیٹ کو بے تحاشہ بھر لینا، جلدی جلدی کھانا، محفل میں لوگوں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے اچھی جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا، ہر وقت اپنی تعریفیں کرنا، شیخی اور بڑائیاں کرنا، اپنا فائدہ ڈھونڈنا، لوگوں کی شرافت اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانا یہ سب گھٹیا اور غیر مہذب عادات ہیں، یہ باتیں انسان کو بے وقار کر دیتی ہیں۔ اس کی شخصیت میں ہلکا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

بچو! آپ ہمیشہ مہذب اور باوقار بننے کی کوشش کریں۔ منہ سے اچھے الفاظ نکالیں۔ چھچھوری اور پست حرکات بالکل نہ کریں۔ اپنی شخصیت کو شریفانہ اور قابلِ احترام بنائیں۔ خوبصورتی کا تعلق اعمال سے بھی ہوتا ہے۔

انسان کے خیالات اور اعمال کا گہرا اثر اس کی ظاہری شخصیت پر بھی پڑتا ہے۔ اپنے اعمال عمدہ بنائیں۔ اگر اس کے لئے تھوڑی سی قربانی بھی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں۔ آہستہ آہستہ ہمارا پاکستان بھی مہذب ہو جائے گا۔

(انتخاب از: اچھے پاکستانی بچے)

☆☆☆☆